حقیقی تعلیماتِ اِسلامیّہ اِمامیّہ کا بے باک ترجمان

زیرِ اِنتظام **جامعہ عِلمیّہ سُلطان المدارس الاسلامیّہ**

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا فون: 048-3021536

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

ہر شخص کو ایک نہ ایک دن عمل کی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جزا کے عالم میں سمانا ہے جو کچھ اور جیسے اس نے عمل کیے اسی لحاظ سے اس کو مقام ملنا ہے خوش نصیب ہیں، وہ افراد جنھوں نے اپنے مستقبل پر غور کیا اور اس چندروزہ زندگی میں ایسے کام کیے جس سے ان کی زندگی زیست ہوگئی۔

ترسیل زر کے لیے:

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا O فون: 0301-6702646

آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ قیامت تک آپ کے نامۂ اعمال میں نیکیاں جاتی رہیں اور ثواب میں اضافہ ہوتا رہے تو فی الفور حسبِ حیثیت قومی تعمیراتی کاموں میں دلچسپی لیں اور قومی تعمیراتی اداروں کو فعال بنا کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

ان قومی اداروں میں سے ایک ادارہ **جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ** سرگودھا بھی ہے۔ آپ اپنے قومی ادارے **جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ** کی اس طرح معاونت فرما سکتے ہیں۔

1. اپنے ذہین و فطین بچوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرانے کے لیے ادارہ میں داخل کروا کر۔
2. طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر کے۔ کیونکہ فرمانِ معصوم ہے جس کسی نے ایک طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کی گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔
3. ادارہ کے تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے سیمنٹ، بجری، ریت، اینٹیں وغیرہ مہیا فرما کر۔
4. ادارہ کی طرف سے ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ "**دقائقِ اسلام**" کے باقاعدہ ممبر بن کر اور بروقت سالانہ چندہ ادا کر کے۔
5. ادارہ کے تبلیغاتی پروگراموں کو کامیاب کر کے۔

آپ کی کاوشیں اور آپ کا خرچ کیا ہوا پیسہ صدقہ جاریہ بن کر آپ کے نامہ اعمال میں متواتر اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زمان اپنے عمل کا حساب (اقبالؒ)

روشن مستقبل کیلئے ماضی پر گہری نگاہ کامیابی کی ضمانت ہے ملک کے صاحب اقتدار سیاست دانوں اور حزب اختلاف کو اس بات پر خصوصی توجہ دینی چاہئے کہ انہوں نے گزشتہ سال ملک کی ترقی وخوشحالی کیلئے کیا کیا اقدامات کئے، کتنے اقدامات میں کامیابی ہوئی اور کتنے اقدامات میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا نیز کتنی تجاویز پر بعض وجوہات کی بناء پر عمل درآمد نہ ہوسکا۔

امن وامان کی صورحال بہتر بنانے کیلئے کیا کیا اقدامات کئے گئے پاکستانی عوام 2012ء میں مہنگائی، دہشت گردی اور لاقانونیت کا شکار رہی ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ نئے سال کی آمد کے ساتھ ساتھ عوامی مشکلات کو ختم کرنے کیلئے ہنگامی بنیاد پر انتظامات کئے جائیں نیز پاکستانی عوام قیام امن اور دہشت گردی کے خاتمے کیلئے حکومتی اداروں سے مکمل تعاون کریں اور اپنے اندر نظم اور تحمل وبردباری کا مادہ پیدا کریں۔

تمام مکاتبِ فکر کے علمائے کرام، دانشور اور صحافی برادری کو نئے سال کی آمد پر محبت اخوت اور بھائی چارے کے جذبات کو فروغ دینے کیلئے جدوجہد کریں انفرادی طور پر ہر مسلمان پاکستانی کا فرض ہے کہ اپنے عمل کا محاسبہ کرے اور نئے سال میں اپنی اصلاح دینی حمیّت اور حبّ الوطنی کے ہر ممکن سعی کرے تمام اہل اسلام خداوند عالم کی حضور گذشتہ گناہوں کی معافی مانگیں اور یہ عہد کریں کہ آئندہ زندگی کے تمام لمحات میں اطاعت خدا اور سولؐ اور چہاردہ معصومینؑ کوخوشنودی میں گزاریں گے۔

اللہ تعالیٰ تمام عالم اسلام کو بالعموم اور اہل پاکستان کو بالخصوص اعلیٰ کردار کی پختگی عطاء فرمائے احکام خداوندی پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے دعا ہے اللہ تعالیٰ اہل عالم کو امن وسکون اور آشتی سے رہنے بسنے کی توفیق عطاء فرمائے

2012ء سال گزر گیا یہ سال قتل وغارت گری اور دہشت گردی کے لحاظ سے بڑے بڑے واقعات کا حامل رہا ہزاروں قیمتی جانیں ضائع ہوئیں بے شمار خواتین بیوہ اور سینکڑوں بچے یتیم ہوئے نجی وسرکاری املاک تباہ وبرباد ہوئیں عالمی سطح پر مظالم کے سیلاب نے بربریت اور ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے۔ پاکستان میں دہشت گردوں نے ملک کا امن تہ وبالا کردیا 2012ء کا عشرہ محرم الحرام دہشت گردوں کے ناپاک عزائم کا نشانہ رہا کراچی، راولپنڈی اور ڈیرہ اسماعیل خان میں خودکش دھماکہ سے بے گناہ شہری اور حکومتی اہل کاروں سمیت درجنوں افراد لقمہ اجل بنے وزارتِ داخلہ کے بروقت اقدامات سے 9/10 محرم میں کوئی خاص واقعہ رونما نہ ہو۔ صوبائی اور مرکزی حکومت کے انتظامات قابل ستائش رہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اقوام عالم نئی سوچ اور فکر کے ساتھ نئے سال کا استقبال کریں، ماضی کی فروگزاشتوں کی تلافی کے اسباب پر توجہ دیں عالمی امن قائم کرنے کیلئے بڑی طاقتیں اپنا مثبت کردار سرانجام دیں۔

پاکستانی قوم کو نئے سال کی آمد پر نئے تقاضوں اور قومی امنگوں کی تکمیل کیلئے کام کرنا ہوگا انفرادی اور اجتماعی سوچ کے دھارے درست کرنیکی ضرورت ہے ایسے سیاسی معاشرتی اور معاشی افکار کے فروغ کی ضرورت ہے جس سے پاکستانی قوم کا وقار بلند ہو اور ملکی سطح پر تمام خرابیوں کا سد باب کیا جاسکے جو قومیں ماضی کی غلطیوں سے سبق حاصل نہیں کرتیں وہ میدان عمل میں ناکام رہتی ہیں۔

یہ ک ادارل نومبا عیسوی سا

جلد 16 | جنوری 2013ء | شمارہ 1

مُدیرِ اعلیٰ: ملک مُمتاز حسین اعوان

مُدیر: گلزار حسین محمدی

پبلشر: ملک مُمتاز حسین اعوان

مطبع: انصار پریس بلاک 10

مقامِ اشاعت: جامعہ علمیہ سُلطان المدارس الاسلامیہ

کمپوزنگ: ضمیر حید علوی 0334-4699821

فون: 048-3021536

ای۔میل: sultanulmadarisislamia@gmail.com

سالانہ زرِتعاون 300 رُوپے

لائف ممبر 5000 رُوپے

باب العقائد

کم از کم کس قدر معرفت خداوندی ضروری ہے

از قلم آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

خالق کائنات کے متعلق یہی اجمالی عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ وہ واجب الوجود اس کائنات کا خالق اور ہر کمال سے متصف اور ہر نقص سے منزّہ و مبرا اور ذات وصفات میں بے مثل و بے مثال ہے۔ لَیسَ کَمِثْلِہٖ شَیْ ءٌ'' خلاصہ یہ کہ سورۃ توحید کے مطالب پر ایمان رکھنا کافی ہے۔ ج

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد o اَللّٰہُ الصَّمَدُ o لَمْ یَلِدْ o وَلَمْ یُوْلَدْ o وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَد o

''اے میرے حبیبؐ کہہ دو اللہ ایک ہے وہ تمام عالم سے بے نیاز ہے۔ اس سے کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی اُس کا ہمسر و نظیر ہے۔''

چنانچہ حضرت امام علی رضا علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا۔ من قرأ قل ھو اللہ احد و امن بھا فقد عرف التوحید جو شخص سورۃ قل ہو اللہ کو سمجھ کر پڑھے۔ اور اس پر ایمان لائے اس نے توحید کی معرفت حاصل کر لی (از عیون اخبار الرضا) اور حضرت امام زین العابدینؑ سے منقول ہے۔ فرمایا۔

ان اللہ عزّوجل علم انہ یکون فی اخر الزمان اقوام متعقون فا نزل اللہ تبارک و تعالیٰ قل ھو اللہ احد و الایا ت من سورۃ الحدید الی قولہ علیم بذات الصدور فمن رام و را ء ذلک فقد ھلک۔

خداوند عالم کو علم تھا کہ آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو (مباحثِ توحید میں) بہت غور و تعمق سے کام لیں گے۔ اس لئے اس نے سورۃ توحید اور سورۃ حدید کی پہلی چند آئتیں علیم بذات الصدور تک نازل کر دیں۔ لہٰذا اب جو شخص اس سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا (بحار الانوار ج

2) جناب ہشام روایت کرتے ہیں کہ ایک زندیق نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا ان اللہ تعالیٰ ما ھو ؟ کہ خداوند عالم کیا ہے؟ فقال ھو شی ء بخلاف الاشیاء ارجع بقو لی شیء الی انہ شیء بحقیقۃ الشیئیشہ غیرا نہ لا جسم ولا صورۃ ولا یحسّ ولا تجسّ ولا ید رک با لحواس الخمس لا تدرکہ الا وھام ولا

الدہو ر ولا تغیرہ الا زمان ۔الخ۔فرمایا وہ ایک شے ہے مگر دوسری اشیاء سے مختلف ہے۔اس کو شے کہنے سے میری مراد یہ ہے کہ وہ حقیقت شے کے اعتبار سے فی الحقیقت شے ہے اور موجود ہے(کیونکہ وہ واجب الوجود ہے اور باقی اشیاء کا وجود بوجہ امکان عارضی ہے) نہ وہ جسم ہے اور نہ صورت نہ وہ ظاہری حواس سے محسوس ہوسکتا ہے اور نہ باطنی حواس سے محسوس ہوسکتا ہے اور نہ حواس خمسہ سے اسے درک کیا جاسکتا ہے۔نہ وہم اس کا احاطہ کر سکتے ہیں اور نہ زمانوں کا گذرنا اس میں کسی قسم کا نقص یا تغیّر پیدا کرسکتا ہے۔(بحارج 2 بحوالہ احتجاج) فتح بن یزید جرجانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے سوال کیا۔ عن ادنی المعرفۃ ۔کم ازکم معرفت خداوندی کس قدر ضروری ہے۔ فقال الا قرار بانہ لا الہ غیرہ ولا شبہ ولا نظیر لہ وانہ قدیم مشیت موجود غیر فقید وانہ لیس کمثلہ شی ء (توحید شیخ صدوقؒ) فرمایا یہ اقرار کرنا کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر و نظیر ہے۔وہ ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔کوئی شی ءاس کی مانند نہیں ہے۔خداوند عالم کی کنہ

حقیقت تک انسانی عقل وفہم کی رسائی نہ ہوسکنے کی ابن ابی الحدید معتزلی نے بہت صحیح تصویر کشی کی ہے۔

فیك یا اعجوبۃ الکون غدا ا الفکر کلیلاً
انت میّرت دوی اللب و بللت العقولاً
کلما اقدم فکری فیك شبراً فرّ میلا
نا کصًا یخبط فی عمیا لا یھتدی سبیلاً

اے عجوبہ کائنات تیرے متعلق عقل وفکر درماندہ ہو گئے ہیں۔تو نے صاحبانِ عقل کو متحیّر اور عقول وافہام کو پریشان کردیا۔ میں جب بھی اپنے جوازِ فکر کو مہمیز کرکے اسے تیرے بارے میں ایک بالشت آگے بڑھاتا ہوں تو وہ الٹے پاؤں اندھا دھند ایک میل پیچھے ہٹ جاتا ہے اور کوئی راستہ نہیں پاتا۔

اس حدیث شریف کا مطلب بھی یہی ہے جو جناب امیر علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا۔ من سئل عن التوحید فھو جا ہل ۔جوشخص ذاتِ خداوندی کی حقیقت کے بارے میں سوال کرے وہ جاہل ہے۔ ومن اجاب عنہ فھو مشرك ۔اور جو ایسے سوال کا جواب دے وہ مشرک ہے۔ومن عرفہ فھو ملحد۔جوشخص حقیقتِ ایزدی کی معرفت کا دعوی کرے وہ ملحد ہے۔ومن لم یعر فہ

فھو کافر۔اور جو شخص (بقدر ضرورت) اپنے خالق کو نہ پہچانے وہ کافر ہے۔(از تحفہ امامیہ در حقیقتِ مذہبِ شیعہ)

شیخ سعدی نے بھی اس مطلب کو اپنے مخصوص انداز میں یوں ادا کیا ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں درِ اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

عقلاً بھی یہ بات مسلّم ہے۔کہ کسی چیز کی حقیقی معرفت اس وقت ہو سکتی ہے کہ جب اس کی جنس و فصل معلوم ہو اور جس ذات والا صفات کی کوئی جنس و فصل ہی نہ ہو تو پھر اس کی حقیقی معرفت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے بہر حال ہم شکار معرفتِ کردگار کے صیّادوں کو یہ مشورہ دے کر اس بحث کو یہاں ختم کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں اپنا وقتِ عزیز ضائع نہ کریں۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کاینجا ہمشہ باد بدست است دام را

محقق شیخ بہائی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب اربعین میں بذیل شرح حدیث دوم فرماتے ہیں۔المراد بمعرفة الله تعالیٰ الاطلاع علی نعوته و صفاته الجلا لية بقدر و الطا قته البشر ية وا ماالاطلا ع علیٰ حقيقة الذات المقدسة ممّا لا مطمح للملائكة المقربين و الا نبياء المرسلين فضلا عن غير هم و كفیٰ فی ذٰلك قو ل سيد البشر فا عرفناك حق معرفتك ۔

معرفت خداوندی حاصل کرنے سے مُراد یہ ہے کہ طاقت بشری کے مطابق اس کے صفات و کمالات پر اطلاع حاصل کی جائے لیکن جہاں تک اس کی اصل ذات کی حقیقت معلوم کرنے کا تعلق ہے۔غیر تو بجائے خود ملائکہ مقربین، انبیاء مرسلین بھی اس کا دعوٰے نہیں کر سکتے۔

اس سلسلہ میں جناب سید البشرؐ کا ارشاد ہی کافی ہی کہ بارالہا ہم نے تجھے اسطرح نہیں پہچانا جس طرح پہچاننے کا حق ہے۔ قد جا ء كم بصا ئر من ربكم فمن بصر فلنفسه و من عمی فعليها وما انا عليكم بحفيظ

باب الاعمال

تجارت کا صحیح اور وسیع اسلامی مفہوم اور یہ کہ کسبِ حلال بھی عبادت ہے

از قلم آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

اسلام نے انسانوں کو عبادت کو حکم دیا ہے مگر عام لوگوں کو عبادت کو صحیح مفہوم سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ عبادت صرف چند مخصوص اعمال کا نام ہے جیسے نماز، دعا، روزہ اور حج وغیرہ مگر حقیقت یہ ہے کہ خالص اسلامی نقطہ نگاہ سے عبادت کا دائرہ بے حد وسیع ہے اس میں ہر وہ نیک کام جو داخل ہے جو خاص خدا کیلئے اور اس کی مخلوق کے فائدہ کیلئے کیا جائے اس سے دین و دنیا کے درمیان جو تفرقہ قائم ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اسلام میں دین و دنیا کی حیثیت دو حریف کی نہیں بلکہ دو دوست کی ہے اگر دنیا کے کام مادی خود غرضی اور نام نمود کیلئے نہیں بلکہ خدا کی رضا اور مخلوق کی فلاح و بہبود کیلئے کئے جائیں تو وہ دنیا کے نہیں بلکہ وہ دین کے کام ہیں اسی طرح انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں حقوق اللہ اور حقوق الناس میں ہر معاملہ میں جو انسان کا فرض ہے اس کی ادائیگی عبادت کے اس وسیع مفہوم میں داخل ہے۔

تجارت اور کسبِ حلال بھی عبادت ہے

اسی طرح اگر کسبِ حلال اور تجارت بھی اس نیت سے کی جائے کہ اس سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کے نان و نفقہ کا انتظام کیا جائے اور اہل حاجت و فقر و فاقہ کی اعانت کی جائے تو یہ بھی عبادت ہے اور دین سے خارج نہیں ہے بلکہ عین دین ہے بلکہ بعض احادیث میں تو اسے افضل العبادۃ کہا گیا ہے چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد کے سلسلہ سند سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا العبادة سبعون جزاً افضلها طلب الحلال ''فرمایا عبادت کے ستر اجزاء ہیں اور سب سے افضل (رزق) حلال کی طلب ہے'' (الکافی)

اسی لئے ارشاد قدرت ہے فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللہ ''خدا کی (وسیع و عریض) زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کا فضل (رزق) تلاش کرو۔''

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں'' من طلب رزق الدنيا استعطا قاً عن الناس وسعياً على اهله و تعطفا على جاره لقى الله يوم القيامة و جهه مثل القمر ليلة البدر '' (الکافی) جو شخص اس لئے روزی کمائے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے اپنے اہل و عیال کی کفالت کرے اور اپنے پڑوسیوں پر لطف و مہربانی کرے تو وہ بروز قیامت اس حال میں بارگاہ قدرت میں حاضر ہوگا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند (درخشندہ) ہوگا۔ (ایضاً)

اصحاب آئمہؑ کا تجارت میں اہتمام

اسلام کی اس ہمہ گیر تعلیم وتلقین کا اثر تھا کہ حضرت رسول خدا اور آئمہ ھدیٰؑ کے وہ اصحاب باوفا جو آسمان عظمت کے مہر وماہ سمجھے جاتے ہیں جن کے ذریعے سے ہم تک احکام شرعیہ پہنچے ہیں اکثر تجارت پیشہ تھے۔ کتب رجال میں کسی کے نام کے ساتھ جمال (شتربان) کسی کے نام کے ساتھ تمار (کھجور بیچنے والا) کسی کے نام کے ساتھ بزاز (کپڑے کا کاروبار کرنے والا) کسی کے نام کے ساتھ دہان (تیل بیچنے والا، تیلی) کسی کے نام کے ساتھ طحّان (آٹا پیسنے اور بیچنے والا) اور کسی کے نام کے ساتھ بقال (سبزی فروش) ملتا ہے اس طرح مختلف ناموں کے ساتھ مختلف اوصاف ملیں گے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دن بھر دکان پر بیٹھتے تھے اور کسب معیشت کرتے تھے اور جس وقت فرصت ملتی جا کر آئمہؑ سے علوم حاصل کرتے تھے یہی وہ افراد ہیں جن کی عملی زندگی و سیرت ہمارے لئے قابل قدر اور قابل پیروی ہے (زندگی کا حکیمانہ تصور)۔۔۔

یہ بزرگ کسب معاش کے ان جائز پیشوں کی اختیار کرنے میں اپنے لئے ننگ و عار محسوس نہیں کرتے تھے مسلمانوں کی معاشی پسماندگی کا اصل سبب یہ ہے کہ انہوں نے تجارت جیسے مقدس پیشہ کو چھوڑ دیا اور غیر مسلموں نے اسے اپنا لیا اس لئے مسلمان نان شبینہ و جوین کے لئے ترس رہے ہیں اور ہندو، یہودی اور عیسائی وغیرہ غیر مسلم اقوام تمام دولت اور ذرائع دولت پر قابض نظر آتی ہیں البتہ ہمارے ہاں اب تقسیم ملک کے بعد مسلمانوں کی کچھ آنکھیں کھلی ہیں اور اب وہ تجارتی کاروبار کر کے اس کے فوائد و برکات سے متمتع ہو رہے ہیں۔ اللھم زد فزد

خریداران سے گزارش

ماہنامہ دقائق اسلام کے بارے میں
تجاویز وشکایات وترسیل زر درج ذیل پتے پر کریں۔

گلزار حسین محمدی
موبائل نمبر 0301-6702646
مدیر ماہنامہ دقائق اسلام
زاہد کولونی عقب جوہر کالونی سرگودھا

باب التفسیر

معیارِ شرافت کیا ہے؟

از قلم آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

اُنۡظُرۡ كَيۡفَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثۡمًا مُّبِيۡنًا ۝ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَالطَّاغُوۡتِ وَيَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هٰٓؤُلَۤاءِ اَهۡدٰى مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِيۡلًا ۝

ترجمۃ الآیات

دیکھو کہ یہ کس طرح خدا پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں۔ اوران کے گنہگار ہونے کے لیے یہی کھلا ہوا گناہ کافی ہے۔(50) کیا تم نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جن کو کتاب (الہی) سے کچھ حصہ دیا گیا ہے وہ جبت (بت) اور طاغوت (اشیطان) پر ایمان رکھتے ہیں (انہیں مانتے ہیں) اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ایمان لانے والوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں(51)

تفسیر الآیات

اس جھوٹی تہمت سے مراد وہی شیخیاں ہیں جو یہ لوگ بگھارتے تھے۔ جن کا تذکرہ اوپر بھی کیا جاچکا ہے کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اللہ ہمارا باپ ہے یعنی ہم اسکے چہیتے ہیں وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں چھوئے گی بھی نہیں یعنی اللہ ضرور ہمیں جنت میں داخل کرے گا۔ یہ سب خدا پر تہمتیں ہیں جو یہ لوگ لگا رہے ہیں اور جب عام بندوں پر تہمت لگانا گناہ ہے تو اس تہمت کی سنگینی اور کھلا گناہ ہونے کا کیا عالم ہوگا جو خدا پر لگائی جائے۔

معیار شرافت

بہر حال ان آیات مبارکہ میں خدائے حکیم اپنے بندوں کو یہ حقیقت بتلانا چاہتا ہے۔ کہ کس گروہ یا کسی خاص نسل سے وابستگی کی بنا پر کسی شخص کو کوئی ایسا فضیلت یا کوئی شرف نہیں مل جاتا جس سے وہ کسی تعریف جنت کا مستحق بن جائے۔ بلکہ اس کا تعلق خدا کے قانون عدل سے ہے لہذا جو شخص خدائی قانون عدل کے مطابق اپنے کو کسی شرف کا مستحق ثابت کرے یعنی اپنے ایمان و عمل سے اپنی شرافت ثابت کرے تو وہ شرف والا ہے اور جو اپنے ایمان و عمل سے اپنے آپ کو مستحق ثابت نہ کر سکے وہ محض کسی گروہ سے وابستگی کی بنا پر کسی شرف کا مالک نہیں بن جاتا بے شک ایسی نسبتیں ظاہری اکرام کا موجب تو ہوتی ہیں مگر نہ دنیا میں مدح کا باعث ہوتی ہیں اور نہ آخرت میں مغفرت کا موجب اور اس

حقیقت کے خلاف ایسی باتیں کرنا خدا پر جھوٹی تہمت لگانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ یہ بات تعلیمات خداوندی کے خلاف ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کوئی قوم و جماعت علم و عمل سے محروم ہو جاتی ہے تو وہ ایسے غرور و پندار میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

ان الفتٰی من یقو ل ھا انا ذا
لیس الفتٰی من یقو ل کان ابی
یعنی بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزئے نیست

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْن -الآیۃ۔

اس آیت مبارکہ میں بھی یہود کی مذمت کی جارہی ہے اور انکی غلط روش و رفتار اور غلط گفتار و کردار پر انکی سرزنش کی جارہی ہے۔ کہ وہ جبت وطاغوت پر ایمان لانے لگے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل ایمان کے مقابلہ میں کفار و مشرکین زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔

جبت و طاغوت سے کیا مراد ہے؟

ان الفاظ کے اطلاقات و تعبیرات میں خاصا اختلاف ہے۔ جس کا ذیل میں ایک بطور نمونہ ایک شمہ پیش کیا جاتا ہے۔ **1**۔ جبت اور طاغوت کفار قریش کے دو بتوں کے نام ہیں۔ **2**۔ جبت جادو اور جادوگر۔ اور طاغوت شیطان۔ **3**۔ جبت محض، بے حقیقت چیز جیسے اہل، جوتش نارمل، فال گیری، کے خال گیری وغیرہ اور طاغوت کاہن اور گمراہی کا ہر سرغنہ۔ **4**۔ اللہ کے سوا جسکی عبادت کی جائے وہ جبت وطاغوت ہے۔

اس آیت کی شان نزول میں جو روایت کتب فریقین میں مروی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جبت و طاغوت سے کفار قریش کے دو بت مراد ہیں۔ جن کی وہ پوجا پاٹ کرتے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ جنگ احد کے بعد کعب بن اشرف اور حی بن اخطب (سرداران یہود) اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ہمراہ مکے گئے تاکہ کفار قریش کو عہد شکنی کر کے پیغمبرؐ اسلام کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کعب بن اشرف ابوسفیان کے پاس گیا۔ اس نے اسکی خوب آؤ بھگت کی اور تعاون کرنے کا وعدہ کیا کہا تم اور محمدؐ دونوں اہل کتاب ہو جب تک تم ہمارے بتوں (جبت وطاغوت کو سجدہ نہ کرو)۔ مگر اس وقت تک ہمیں کسی کا اعتبار نہیں ہے چنانچہ کعب نے انکو مطمئن کرنے کے لئے ان بتوں کو سجدہ

کیا۔ پھر ابوسفیان نے کہا تم اہل علم اہل کتاب ہو مگر ہم ان پڑھ ہیں۔ آپ ہمیں بتائیں کہ ہم حق پر ہیں یا حجاج اور انکے پیروکار؟ کعب نے دریافت کیا تمہارا دین کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا۔ ہم موسم حج میں حجاج کرام کے لئے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ لوگوں کی ضیافت کرتے ہیں اقرباء پروری کرتے ہیں۔ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور عمرہ ادا کرتے ہیں مگر محمدؐ نے اس کے برعکس اپنے آباؤ اجداد کے دین و مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اپنا ایک نیا دین لایا ہے اور برادری سے تعلقات توڑ لئے ہیں یہ سنکر کعب بن اشرف نے ابوسفیان اور دوسرے کفار مکہ کو خوش کرنے کے لئے کہا تم ان کے مقابلہ میں زیادہ ہدایت یافتہ ہو ۔(مجمع البیان وروح المعانی وغیرہ)

اس طرح یہود وہنود (کفار مکہ) نے مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ قائم کرلیا۔ حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ یہود مسلمانوں کے ساتھ ملکر کفار و مشرکین کے خلاف محاذ قائم کرتے۔ آخر یہود اور مسلمانوں کے درمیان کے کچھ اقدار تو مشترک موجود ہیں جیسے وحدت نظام رسالت وشریعت جبکہ مشرکین عرب ان چیزوں کے قائل ہی نہیں ہیں۔ مگر یہود نے اسکے برخلاف عمل کر کے اپنی پرانی دنائت طبع اور خباثتِ نفس کا ثبوت فراہم کیا۔ اور انکی اس کج رفتاری کا خداوند عالم نے یہاں شکوہ کیا ہے۔ حقیت الامر یہ ہے کہ جب کوئی جماعت اتباعِ حق کو چھوڑ کر گروہ پرستی اور چھتابندی کی بن جاتی ہے تو پھر اسے حق و باطل کا امتیاز نہیں رہتا۔ لہٰذا اگر اسے مخالف کو زک دینے کے لئے اپنے عقیدہ واصول کے خلاف بھی جانا پڑے تو چلی جاتی ہے یہی حال یہودِ مکہ کا تھا۔

اولئك الذين ۔ الآية ۔

ایسے سیاہ کاروں اور نابنجاروں پر خدا اگر لعنت نہ کرے تو کیا رحمت برسائے؟

ع۔ سزائے ایں چنیں دونا ں بجز دوزخ کجا باشد ؟

لمحہ فکریہ

ارباب دانش جانتے ہیں کہ ''کعب بن اشرف'' یہود کا ایک بڑا عالم تھا۔ جو خدا کو مانتا بھی تھا اور اس کی عبادت بھی کرتا تھا۔ مگر جب حبِ دنیا اور اسکے جاہ و جلال کا بھوت سر پر سوار ہو گیا۔ تو توحید اور دین پرستوں کے خلاف توحید اور دین و دیانت کے منکروں کے ساتھ ملکر متحدہ محاذ قائم کر دیا۔ اور اپنے باطل مقصد کے حاصل کرنے کی خاطر بتوں کو سجدہ بھی کرلیا۔

بلکل اسی طرح جس طرح ''بلعم بن باعورا'' نے جو
کہ ایک ممتاز عالم اور عابد وزاہد بزرگ تھا۔مگر جب
توفیق الٰہی سلب ہوئی اور نفسانی خواہشات کے جال
میں پھنس گیا۔تو جناب موسیٰ کے خلاف سازشیں
کرنے لگا اور اپنی دنیا و آخرت کو خراب و برباد کر بیٹھا
خدا فرماتا ہے'' فَمَثَلُه' كَمَثَلِ الْكَلْبِ ''اب
اسکی مثال کتے جیسی ہے۔ان واقعات وسانحات
سے واضح ہوتا ہے کہ جب تک علم کے مطابق عمل نہ کیا
جائے۔تب تک علم فی حدذاتہ مفید نہیں ہے۔'' لو
كان للعلم شرف من غير تقى لكان
اشرف النا ابليس ''سچ ہے

علم رابہر جان زنی یا رے بود۔ علم را
برتن زنی مارے بود

ان سبق آموز واقعات سے ان اہل علم کو درس عبرت
حاصل کرنا چاہئے۔جو علم دین کو دنیا کے حصول کا
ذریعہ بناتے ہیں اور اس پست مقصد کے حصول کی
خاطر دینی حقائق اور اسلامی معارف میں ترمیم و تنسیخ
کرتے ہیں۔احکام میں کتر و بیونت کرتے ہیں۔حتی
کہ خدا اور رسول کو ناراض کر کے حکام اور عوام کو خوش
کرتے ہیں اور نتیجۃً خود گمراہ ہوتے ہیں اور مخلوق خدا کو
گمراہ کرتے ہیں۔

" و ذالك هو الخسران المببين ''

غصّہ پینے کا اجر وثواب

ازقلم : آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسّس و پرنسپل جامعہ علمیہ سُلطان المدارس سرگودھا

(1)۔حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا میں نے غصّہ پینے سے زیادہ لذیذ کسی چیز کا ذائقہ نہیں چکھا۔(اصول کافی)

(2)۔حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں مجھ سے میرے والد ماجد نے کہا بیٹا تمہارے باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیلیے غصہ پینے سے زیادہ کوئی چیز موثر نہیں۔(اصول کافی)

(3)۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مومن کیلیے یہ بات دشمن سے بدلہ کیلیۓ کافی ہے کہ وہ دشمن کو دیکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کررہا ہے۔(اصول کافی)

(4)۔انہی حضرتؑ سے مروی ہے فرمایا جو بندہ غصہ کو پیتا ہے خداوند عالم اسکی عزت میں اضافہ کرتا ہے چنانچہ خداوند عالم اپنے خاص بندوں کی صفت بیان کرتا ہے وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ "اور وہ غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان اور بھلائی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے" (اصول کافی)

(5)۔حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے فرمایا جو شخص انتقام لینے پر قدرت رکھتا ہو مگر اپنے غصہ کو پی جائے تو خداوند عالم بروز قیامت اسکے دل کو امن وایمان سے لبریز کردیگا۔(اصول کافی)

(6)۔انہی جنابؑ سے مروی ہے فرمایا خداوند عالم بردبار آدمی سے محبت کرتا ہے۔ (اصول کافی)

(7)۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے فرمایا اگر تم بردبار نہیں ہوتو زبردستی اپنے آپکو بردبار بناؤ۔(اصول کافی)

الغرض صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔

نوٹ:

حضرت آیت اللہ علامہ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی

عنقریب

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا

منتقل ہو رہے ہیں

اور شاء اللہ تدریسی فرائض سرانجام دیں گے

علوم اسلامیہ کے شائقین داخلہ کیلیۓ رابطہ فرمائیں

باب المسائل

مختلف دینی و مذہبی سوالات کے جوابات

از قلم: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

سائل: محمد ثقلین موضع جندہ کیماں ضلع سرگودھا

سوال نمبر 1۔ میں نے اس بار محرم کی مجلس میں ایک مقرر کو یہ کہتے سنا کہ امام علیؑ نے کہا گیا خدا کی قسم ابراہیمؑ کو آگ سے میں نے بچایا، نوحؑ کی کشتی کو ڈوبنے سے میں نے بچایا۔ موسیٰؑ سے کلام جو درخت سے آواز تھی میں نے کیا اور ایک دو باتیں اور کیں تو پھر جن کو امام علیؑ مخاطب کر رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ آپ ساتھ ساتھ اللہ کی قسم کیوں کھا رہے ہیں تو امامؑ نے کہا کہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ میں اور ہوں اور اللہ اور ہے۔ کیا یہ سب ٹھیک ہے اور کسی کتاب میں بھی ہے یا نہیں اس کے علاوہ ایک مقرر نے کہا کہ حضرت علیؑ نے کہا کہ آدمؑ کی مٹی کو میں نے دونوں ہاتھوں سے گوندھا تھا وضاحت فرمائیں۔؟

الجواب۔ باسمہ سبحانہ: یہ جملے آپ نے کسی مشرک مقرر سے سنے ہیں یہ خطبہ بیانیہ وغیرہ سے ماخوذ ہے، جو غالی لوگوں کی ایجاد ہے اور ہماری شیعی کُتب میں ان کا کوئی نام و نشان بھی موجود نہیں ہے اور یہ شرک جلی ہے اور ایسا فاسد عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔

سوال نمبر 2۔ حضرت جبریلؑ جو وحی لاتے تھے رسولؐ پاک پر تو جبریلؑ کو وحی کا کیسے پتا چلتا کہ یعنی خدا سے کس طرح وصول کرتے تھے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ: حضرت شیخ صدوقؒ نے لکھا ہے کہ خداوند عالم ایک لوح پر اپنی قدرتِ کاملہ سے کی جانے والی وحی رقم کر دیتا اور وہ لوح جناب جبریلؑ کی پیشانی سے ٹکراتی اور پھر وہ وحی متعلقہ نبیؐ تک پہنچا دیتے تھے (عقائد شیخ صدوقؒ)

سوال نمبر 3۔ کیا تمام انبیاءؑ کے جانشین تھے جس طرح ہمارے نبیؐ کے اور کیا وہ سارے بھی معصوم تھے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ: احادیثِ اہلبیتؑ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے ۔ واللہ العالم

سوال نمبر 4۔ کیا انسانوں کی طرح جنات بھی نماز روزہ قائم کرتے ہیں اور کیا وہ دینی کتب جو ہمارے پاس ہیں وہ پڑھتے ہیں اور انکا طریقہ تبلیغ و جہاد کیا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ: قرآن و سنت سے ثابت ہے کہ جنات کی خلقت کا مقصد بھی وہی ہے جو بنی نوع انسان کی خلقت کا مقصد ہے یعنی عبادتِ پروردگار اور وہ بھی ہماری طرح مکلف ہیں اور اسی شریعت محمدیہؐ کے احکام و عبادات کے پابند ہیں جس کے ہم پابند ہیں۔ کیونکہ ہمارے نبیؐ پاک نذیر اللعالمین ہیں۔ ارشاد قدرت ہے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" (القرآن)

سائل عاصم خان مجتبائی واہ کینٹ

سوال نمبر 5۔ اگر کسی انسان کو یقین ہو کہ میری وفات کے بعد میری وصیت پر شرعی مقرر شدہ قوانین کے مطابق میری جائیداد و مال وغیرہ پر قابض بعض افراد جو کہ خود بھی حقیقی وارثان کی فہرست میں شامل ہیں تقسیم نہیں کریں گے یا دوسرے لفظوں میں باقی ماندہ ورثاء کو وراثت سے محروم رکھیں گے تو کیا ایسی صورت حال میں صاحب جائیداد و مال کا فرض نہیں ہے کہ خود قانونی یا کوئی دوسرا ایسا ذریعہ اپنی حین حیات میں اختیار کرلے کہ سب پسماندگان کو ان کا حصہ مل جائے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ: اس صورتِ حال کے پیشِ نظر ایسا کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔

سوال نمبر 6۔ دیکھا گیا ہے کہ باجماعت نماز کے اختتام پر خصوصاً شہروں کی بڑی مساجد میں سلام کے فوراً بعد لوگ دائیں بائیں (اردگرد) بیٹھے ہوئے افراد کو مصافحہ کرتے ہیں اور ایسا اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ: اگرچہ عام حالات میں باہمی مصافحہ کرنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے مگر جس طرح سوال میں بیان کیا گیا ہے۔ اسکی شرعی حقیقت کوئی نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایک رسم ہے لہذا اس التزام درست نہیں۔

ہم موحّد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزاء ایمان بن گئیں

سوال نمبر 7: باجماعت نماز کے بعد خصوصاً نماز جمعہ وعیدین کے بعد اہتمام کے ساتھ پیش نماز کے پیچھے (باجماعت) زیارات پڑھی جاتیں ہیں شرعاً ایسا کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ: اس بات کا شرعی طور پر کوئی حکم نہیں ہے۔ اور نہ آئمہؑ اور علماءِ اعلام کے عمل سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

سوال نمبر 8: نماز جمعہ کے خطبہ میں جب پیش نماز (امام جماعت) فرداً فرداً آئمہؑ طاہرین کا نام لیتا ہے تو مقتدی حضرات بھی ساتھ ساتھ درود پڑھتے ہیں لیکن جب آخری امام زمانؑ کا نام آتا ہے تو تمام نمازی تعظیم بجالانے کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور قدرے سر وگردن جھکا دیتے ہیں یہ فعل مکمل طور پر رائج ہو چکا ہے ایسا کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ: شرعاً اس کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اس مضمون کی ایک روایت بیان کی جاتی ہے مگر کسی مستند کتاب سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

سوال نمبر 9: خواتین کا خصوصاً نمازِ عیدین وجمعہ کے اجتماع میں (مساجد میں) شرکت کر کے باجماعت نماز ادا کرنا کیسا ہے جبکہ کہ خواتین کیلئے علیحدہ صفیں بچھائی گئی ہوں یعنی ظاہراً بے پردگی کی کوئی صورت نہ ہو؟

الجواب: باسمہ سبحانہ: خواتین پر نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین واجب نہیں ہے۔ مگر بطور استحباب شرکت کر سکتی ہیں بشرطیکہ پردے کا اہتمام کیا ہو۔

سوال نمبر 10: نماز جنازہ کی آخری تکبیر کے فوراً بعد یعنی ساتھ ہی بغیر صفیں توڑے امام جماعت ہاتھ اٹھا کر دعا کرانا شروع کر دیتا ہے ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب: نماز کے بعد تعقیبات کا پڑھنا اور دعا کرنا اور سجدۂ شکر کرنا مستحب ہے۔

سوال نمبر 11۔ ''وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًاO'' کے ضمن میں بعض فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ اس آیہ شریف کی رو سے بہت اونچی آواز میں نماز پڑھنا حرام ہے اور اسی طرح اس قدر آہستہ پڑھنا کہ خود بھی نہ سن سکے حرام ہے یوں آہستہ کا معیار تو درج بالا جملے سے واضح ہو جاتا ہے کہ خود بھی نہ سن سکے لیکن اونچی آواز جو حرام کے زمرے میں شامل کر دے کتنی ہے مثلاً کوئی شخص تنہا اپنے گھر کے صحن میں کھڑا جہری نماز اتنی آواز سے پڑھ رہا ہو کہ آواز گلی میں یا دوسری منزل پر سنائی دے تو کیا اتنی آواز حرام کے زمرے میں قرار پائے گی؟

الجواب: باسمہ سبحانہ: میرے نزدیک حرمت ثابت نہیں ہے ہاں البتہ اعتدال سنت ہے اور بنا بر حرمت وہ حد جو آپ نے بیان کی ہے وہ حرمت کے زمرہ میں داخل ہے۔ بہر حال اس قدر آواز بلند نہیں کرنا چاہئے کہ دوسرے لوگوں کے افعال واعمال میں خلل پڑے۔ واللہ العالم

وہ آیت جس کو پرویز صاحب نے سر قلم کر کے یحبھم سے شروع کیا ہے اس طرح سے ہے "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗٓ لا اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ۡ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ O" (المائدہ آیت نمبر 54)

یعنی اے ایمان لانے والو! تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو (کچھ پرواہ نہیں پھر جائے) خدا ایک اور قوم کو لے آئے گا جنہیں خدا دوست رکھے اور وہ اس کو دوست رکھیں گے وہ مومنین کے ساتھ نرم اور کافروں کے ساتھ سخت ہوں گے وہ خدا کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کچھ پرواہ نہ کریں گے یہ خدا کا فضل و کرم ہے جسے چاہے عطا کرتا ہے اور خدا بڑا ہی گنجائش والا اور بڑا ہی جاننے والا ہے۔

یہ آیت خود اہل ایمان سے مخاطب ہے اور ان سے یہ کہہ رہی ہے کہ اگر تم دین سے پھر گئے تو خدا کا تو کچھ نہیں بگڑے گا تمہارا ہی نقصان ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد پیش گوئی کے طور پر یہ کہہ رہا ہے کہ اگر تم مرتد ہو گئے، تو خدا زمانہ مستقبل میں ایک اور قوم کو لے آئے گا جو ایمان میں ثابت قدم رہے گی، اور پھر اس دوسری قوم کی خوبیاں بیان کرتے کہتا ہے کہ خدا ان کو محبوب رکھے گا اور وہ خدا کو محبوب رکھے گی وہ خدا سے محبت کرنے والی ہوگی اور وہ اللہ کی راہ میں جدوجہد کرتی رہے گی یہ بات ذہن میں رہے کہ یہاں یقاتلون نہیں ہے

یعنی تلوار سے لڑنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ اللہ کی راہ میں جہاد یعنی جدوجہد کرنے کا بیان ہے اسی لئے کہا کہ وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرے گی۔ اگر قتال مطلوب ہوتا تو خدا یوں کہتا ولا یخافون بالسی والیتان والیسام۔ یعنی وہ تلواروں، نیزوں اور تیروں سے کوئی خوف نہ کرے گی خدا کی اس محبوب قوم کی ملامت کون کرے گا وہی، وہ اہل ایمان کی قوم جو مرتد ہو جائے گی خود کو ہی سچا مسلمان کہے گی اور اس نئی قوم کو جو داخل ایمان ہوئی ہے جس سے خدا محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتی ہے اسے نئے نئے القاب سے نواز کر اس کی ملامت کرے گی اس کے بعد خدا کہتا ہے کہ اس نئی داخل ایمان ہونے والی قوم سے محبت کرنا ہی اللہ کا بڑا فضل ہے جسے چاہے وہ عطا کرے اور آخر میں واسع علیم کہہ اپنے وسعت علم کو بیان کیا ہے وہ بہت ہی بڑا جاننے والا ہے ایسا ضرور ہوگا۔ اس آیت میں ایک قوم کے من حیث القوم دین سے مرتد ہونے کی پیشن گوئی ہے اور دوسری قوم کے من حیث القوم دین میں داخل ہونے کی پیشن گوئی ہے اور وہ قوم جو دین سے پھرے گی وہی ہے جس سے نزول قرآن کے وقت خطاب ہے

باب المتفرقات

اسلام میں سیاست و فلسفہ و تصوف کے اثرات اور

قسط نمبر 7

اسلامی فرقوں کی پیدائش کا حال

مولانا سید محمد زیدی برستی اعلی اللہ مقامہ

آیت یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ پر غور

اور فسوف کے الفاظ سے ثابت ہے کہ آئندہ چل کر ایسا ہوگا جن سے خطاب ہے وہ مرتد ہو جائیں گے یعنی یہ جن سے خطاب ہے وہ خطاب کے وقت کافر نہیں تھے بلکہ 'یا ایھا الذین امنوا تھے' اور وہ قوم جو آئندہ چل کر دین میں داخل ہوگی وہ اس خطاب کے وقت تک ایمان نہیں لائی بلکہ وہ آگے چل کر زمانہ آئندہ میں ایمان لائے گی۔ پرویز صاحب بہت سی احادیث کو جوان کے نزدیک صحیح نہیں ہیں نقل کر کے حیرانی کا اظہار کرتے ہیں چنانچہ ایک ایک حدیث جسے انہوں نے اس طرح نقل کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ''آگاہ ہو کہ چند آدمی میری امت کے لائے جائیں گے اور فرشتے ان کو دوزخ کی طرف لے جائیں گے اس وقت میں کہوں گا اے رب میرے صحابی ہیں (اللہ کی جانب سے) ندا آئی تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا، اس وقت میں عیسیٰؑ کی طرح کہوں گا کنت علیھم شھیداً'' ایہ پھر اللہ کی جانب سے ندا ہوگی کہ یہ لوگ تیرے (محمدؐ کے) جدا ہونے کے بعد ہی مرتد ہو گئے تھے'' صحیح بخاری مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور جلد دوم صفحہ 850 حدیث نمبر 1733 باب 678

اس کے بعد اس حدیث پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ کچھ (معاذ اللہ) صحابہ کبار کے متعلق کہا جا رہا ہے کیا آپ تصور بھی کر سکتے ہیں کہ ایسا کچھ رسولؐ نے فرمایا ہوگا۔ مقام حدیث ص 120

اب یہ غور کا مقام ہے کہ رسول اللہ کے فرمانے میں کونسی غلطی ہے جب قرآن کہہ رہا ہے کہ ''یا ایھا الذین آمنوا من یر تد منك علی دینه'' قرآن ایمان لانے والوں کو مرتد ہونے کی خبر دے رہا ہے اور پیغمبرؐ کا انکار کرنے کیلئے بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ پیغمبرؐ ایسا نہیں کہہ سکتے۔

تکمیل دین اور اتمام نعمت کیسے ہوا؟

طلعت محمود صاحب بٹالوی اپنی کتاب ''مظلوم قرآن'' میں لکھتے ہیں ''جس عمر نے حضرت ابو ہریرہ کو حضورؐ پر نور کی زندگی میں پیٹ ڈالا تھا اور جس نے حکم رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کہ دیا تھا ''حسبنا کتاب اللہ'' وہ اپنے عہد خلافت میں ابو ہریرہ یا کسی اور بزرگ کو روایات احادیث کو اجازت کیسے دے سکتا تھا۔ مظلوم قرآن ص 171

طلعت محمود صاحب بٹالوی اپنی کتاب مظلوم قرآن میں ایک اور جگہ اس طرح لکھتے ہیں'' وہ قرآن کی موجودگی میں کسی اور کتاب کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے تھے صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ جب رحلت سے پہلے حضورؐ نے فرمایا کہ'' ایتونی بکتا ب و قرطاس اکتب لکم شئاً لن تضلوا بعدی '' لاؤ قلم دوات اور کاغذ میں تمہیں ایک ایسی چیز لکھ کر دے جاؤں کہ میرے بعد تمہاری گمراہی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ تو حضرت عمر بن خطاب جھٹ بول اٹھے ہمیں کسی مزید تحریر کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ''حسبنا کتاب اللہ''

ہمارے پاس کتاب الٰہی موجود ہے جس میں انسانی فلاح ونجات کے مکمل گر درج ہیں اور یہ کتاب ہمارے لئے کافی ہے حضرت عمر فاروق کا یہ جملہ رسالت پناہ کے حضورؐ میں جسارت معلوم ہوتا ہے لیکن وہ مجبور تھے اس لئے کہ کچھ عرصہ پیشتر قرآن کی کہ آیت نازل ہوچکی تھی 'الیوم اکملت لکم دینکم " مظلوم قرآن 156 لیکن یہی حضرت عمر اصحاب کو جمع کر کے اپنے دور خلافت میں اصحاب سے پوچھ رہے ہیں کہ کسی نے اس مسئلہ میں پیغمبرؐ سے کوئی حدیث سنی ہو تو بتاؤ۔ طلعت محمود بٹالوی صاحب ہوں یا غلام احمد پرویز صاحب حضرت عمر کے حسبنا کتاب اللہ کہنے کے باوجود اپنے دور حکومت میں تفحص احادیث کا کوئی جواب نہیں دے سکتے اگر کتاب خدا کافی تھی تو احادیث کا تفحص کیوں؟ اور اگر احادیث کے بغیر چارہ نہیں تھا تو پیغمبر کو کیوں نہ لکھنے دیا؟ اور برسر اقتدار آتے ہی احادیث کو بیان کرنے سے منع کیوں کیا؟ اور جو احادیث جمع ہوچکی تھیں ان کو جلانے کا حکم کیوں دیا؟ یہ بات سوائے اس کے نہیں ہے کہ پیغمبرؐ یہ چاہتے تھے کہ یہ جماعت جو میرے بعد ہر طرح سے اقتدار پر قبضہ کر کے من مانیاں کرنے پر تلی ہوئی ہے اور میرے بعد جتنی احادیث میں نے بیان کی ہیں انہیں جلا دیگی لہٰذا مسلمانوں کو آگاہ کرنے کیلئے میں اپنے جانشینوں کی امامت کا زبانی طور پر جو اعلان کیا ہے اسے احاطہ تحریر میں لے آؤں اور حضرت عمر نے بھی اسی لئے رکاوٹ ڈالی۔ لیکن وکلائے حکام ان کے اس فعل کی تائید میں تکمیل دین اور اتمام نعمت والی آیت سے استدلال کرنے سے بھی نہ چوکے لہٰذا آیئے دیکھتے ہیں کہ تکمیل دین اور اتمام نعمت کی سالم آیت کس طرح ہے اور تکمیل دین اور اتمام نعمت کس طرح ہوئی ارشاد رب العزت ہے۔ اَلۡیَوۡمَ یَئِسَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ دِیۡنِکُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡھُمۡ وَاخۡشَوۡنِ ط اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ط سورۃ مائدہ آیت نمبر 3 " (مسلمانوں) اب تو کفار تمہارے دین (کے خاتمہ) سے مایوس ہوگئے تو تم ان سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لئے 'الاسلام' کو دین کے طور پر پسند کیا ہے"

اس آیت کو سمجھنے اور اس کا مطلب جاننے کیلئے اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ کفار کس بات کی توقع لگائے بیٹھے تھے آیا وہ اس بات کی توقع لگائے بیٹھے تھے کہ پیغمبرؐ پر شریعت کے احکام نازل نہ ہوں اور نا مکمل اور نا تمام رہ جائیں گے یا وہ یہ توقع لئے بیٹھے تھے کہ پیغمبرؐ کی کوئی اولاد نہیں ہے یہ ابتر ہے اس کے بعد اس کی نسل نہیں ہے جو اس کی وارث بنے اور اس کے دین کی حفاظت کرے۔

یہ بات قطعی طور سے واضح ہے کہ کفار کو احکام شریعت سے کوئی سروکار نہیں تھا پیغمبر توحید کا پرچار کر رہے تھے اور اپنی نبوت و رسالت کے اعلان کے ساتھ قیامت

میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کا عقیدہ پیش کر رہے تھے جس کی مخالفت پر تمام کفار عمل پیرا تھے لہذا حتماً کفار یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ پیغمبرؐ کے کوئی اولاد نہ ہے لہذا اس کا کوئی وارث نہ ہوگا۔ اس کے دین کا کوئی محافظ نہ ہوگا لہذا یہ دین مٹ جائیگا لہذا یہ آیت اس بات کی طرح واضح طور سے اشارہ کر رہی ہے اور اس حقیقت کی طرف دلالت کرتی ہوئی نظر آتی ہے کہ آج خدا نے دین کے محافظ کا اعلان کیا ہے لہذا کفار کی امیدیں اور آرزویں خاک میں مل گئیں اور وہ مایوس ہو کر رہ گئے اور

اس بات کی طرف بیان کو آیت آگے بڑھاتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ آج تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور الاسلام کو تمہارے لئے دین کے طور پر پسند کیا ہے ہم اس کتاب کے شروع میں اس بات کی تحقیق پیش کر آئے ہیں کہ دین کے معنی مطلقاً اطاعت کے ہیں جس کی بھی کی جائے اسی کی اطاعت ہوگی اور الاسلام کے معنی ہیں صرف اور صرف خدا کی اطاعت اور خدا کی اطاعت ہوتی تھی رسولؐ کی اطاعت کے ذریعے من ''یطع الرسول فقد اطاع اللہ'' جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی ہے لہذا رسولؐ کی وفات کے بعد ضروری تھا کہ اس ہستی کا اور اس منصب کا اعلان کیا جائے جس کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت قرار پائے اور چونکہ اس ہستی کی اطاعت خدا کے حکم سے ہوگی لہذا اس ہستی کی اطاعت الاسلام ہوگی۔ اسی لئے فرمایا

''ورضیت لکم الاسلام دینا'' میں نے تمہارے لئے الاسلام کو دین کے طور پر پسند فرمایا ہے ۔یعنی جس کی ولایت و امامت کو رسول کے بعد ہونے کا میں نے اعلان کر دیا ہے اس کی ولایت کے آگے سر تسلیم خم کرنا الاسلام ہے جسے میں نے پسند کیا لہذا دین مکمل ہو گیا یعنی اطاعت کا نصاب پورا ہو گیا اور جس کی ولایت کا ''انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا'' کے ذریعہ بغیر نام کے اعلان کیا تھا جس کی اطاعت ''یا ایھا الذین آمنو اطیعواللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم'' میں بیان ہوا تھا جس کا معنی تھا من لہ الام جس کیلئے امر ہے آج اس کا نام لے کر اعلان کر دیا گیا ہے اور دونوں ہاتھوں سے بلند کر کے اور لوگوں کو اچھی طرح سے دکھا کر یہ کہا کہ ''من کنت مولاہ

فهذا علی مو لا ہ''   جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کا یہ علی مولا ہے اور لوگوں کو دکھا کر اور اسم اشارہ ہذا کے ذریعہ اشارہ کر کے بتلایا کہ یہ ہے وہ علیؑ تا کہ میرے بعد لوگ یہ نہ کہنے لگے کہ وہ علیؑ کوئی اور ہے اور جب پیغمبرؐ کے بعد کیلئے دین کی حفاظت کا بندو بست ہو گیا اور مسلمانوں کیلئے نبوت ورسالت کے بعد امامت کا اعلان ہو گیا تو ارشاد ہوا آج میں تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں تمہارے لئے اس بات سے راضی ہوں کہ تم میرے مقرر کردہ امامؑ کی اطاعت کرنا کہ اس کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت ہے اور رسولؐ کی اطاعت میری اطاعت ہے اور میری اطاعت ہی اسلام ہے اور اس میں کسی کو
بھی اختلاف نہیں ہے کہ سورہ الحمد میں جس صراط مستقیم کی طرف ہدایت طلب کرنے کی دعا کی جاتی ہے وہ صراط الذین انعمت علیہم ہے یعنی انبیاءؑ ورسل اور ہادیان دین کا راستہ پس وہ نعمت جسے خدا نے پورا فرمایا وہ پیغمبرؐ کیبعد کیلئے ہادی دین کے اعلان کے ساتھ پورا ہوا۔ اور اس بات کو بہت سے علماء محدثین و مفسرین اہل سنت نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے ہم صرف علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر درالمنثور الجزء الثانی ص 259 سے انکا بیان نقل کرتے ہیں جو اس طرح ہے کہ   یعنی ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ یوم غدیر خم کہ وہ 18 ذوالحجہ کو دن تھا جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اس اعلان کے بعد یہ آیت ''الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی'' نازل ہوئی۔

غدیر خم کے دن آنخضرت نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس سے صاف ثابت ہے پیغمبرؐ اکرم صلعم نے غدیر خم کے دن اپنے بعد کیلئے حضرت علیؑ کی امامت وولایت کا اعلان کیا تھا جس کی وجہ سے دین کامل ہوا اور اللہ کی نعمت پوری ہوئی۔ اور اس بارے میں اہل سنت کے اکثر علماء و محدثین و مورخین اور سرت نگاروں نے اپنی

اپنی کتابوں میں پوری وضاحت اور سند کے ساتھ لکھا ہے ہم اختصار کے پیش نظر صرف دربار پیغمبرؐ کے مشہور شاعر حسان بن ثابت کے قصیدہ کے چند اشعار جو اس نے اس موقع پر پیغمبرؐ اکرم کی اجازت سے پڑھ کر سنائے تھے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

1) ینادیھم یو م الغدیر نبیھم لخم و اسمع بالرسول منا دیا

2) فقال فمن مولاکم و نبیکم فقالو ا ولم یبد وا ھناك لتعالیا

3) الھك مولا نا و انت نبینا ولم تلق منافی الولایة عا صیا

4) فقال له قم یا علی فا ننی رضیتك من بعد اماما و ھادیا

5) فمن کنت مولا ہ فھذا ولیه دکن للذی اتباع صدق موالیا

6) ھناك دعا اللھم وال ولیه وکن للذی عادا علیا معاویا

ترجمہ

1) پیغمبرؐ نے غدیر خم کے مقام پر انہیں ندا دی اور پکارا اور یہ پکارنے والا کس قدر گرامی قدر تھا۔

2) فرمایا تمہارا مولا اور تمہارا ولی کون ہے؟ تو انہوں نے بلا تردد صراحت کے ساتھ جواب دیا۔

3) کہ آپ کا خدا ہمارا مولا ہے اور آپ ہمارے پیغمبرؐ ہیں اور ہم آپ کی ولایت کے قبول کرنے سے روگردانی نہیں کریں گے۔

4) اس پیغمبرؐ اکرم نے حضرت علیؑ سے کہا کھڑے ہو جاؤ کیونکہ میں نے تمہیں اپنے بعد کیلئے امام اور ہادی منتخب کیا ہے۔

5) اس کے بعد فرمایا جس شخص کا میں مولا و رہبر ہوں یہ علیؑ اس کے مولا و رہبر ہیں پس تم سچے دل سے اس کی پیروی کرنا

6) اس وقت پیغمبرؐ نے عرض کیا، بارالہا اس کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کو دشمن رکھنا۔

یہ اشعار اہلسنت کے بہت سے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کئے ہیں ان میں حافظ ابونعیم اصفہانی، حافظ ابوسعید سجستانی، خوارزمی مالکی، حافظ عبداللہ مرزبانی، جلال الدین سیوطی، سبط ابن جوزی اور صدر الدین حموی کے نام خاص طور پر لئے جا سکتے ہیں ان اشعار جو پیغمبرؐ رو برو ایک لاکھ سے زیادہ جمع اصحاب میں پڑھ کر سنائے گئے واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے بعد کیلئے امام و رہبر مقرر فرمایا تھا اور اسی سے دین کی تکمیل اور اتمام نعمت ہوا۔

باقی آئندہ

باب المتفرقات

نقشِ زندگانی حضرت مرسلِ اعظمؐ

تحریر علامہ سید ذیشان حیدر جوادی اعلی اللہ مقامہٗ

ماضی

عربستان کا علاقہ جو تقریباً 1300 سے 1600 میل لمبا اور 600 میل چوڑا علاقہ ہے اور جس کا کل رقبہ 12 لاکھ 30 ہزار مربع میل ہوتا ہے یعنی متحدہ جرمنی اور فرانس سے چار گنا زیادہ اور متحدہ ہندوستان سے ایک تہائی کم۔

یہ علاقہ روز اول سے ادیان و مذاہب کو گہوارہ کہا گیا ہے اور دنیا کے بیشمار مذاہب نے اسی علاقہ میں جنم لیا ہے اور اکثر کا مدفن بھی اسی خطہ میں بنا ہے۔

اس علاقہ کی نمایاں تاریخ کا دور جناب ابراہیمؑ کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے جن کی مختصر تاریخ حیات یہ ہے کہ پروردگار عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے انھیں مختلف فضائل و کمالات سے آراستہ کر کے توحید کا علمبردار بنا کر اس علاقہ میں خلق فرمایا اور نمرود جیسے باغی اور طاغی کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ جناب ابراہیمؑ نے قولاً اور عملاً توحید کی تبلیغ شروع کی اور ایک دن موقع پا کر تمام بتوں کا صفایا کر دیا جس کے نتیجہ میں انھیں آگ میں ڈال دیا گیا۔ رب کریم نے انھیں آگ میں جلنے سے بچا لیا اور بَردًا وسَلامًا کے چھینٹے دے کر آگ کو گلزار بنا دیا۔ اس واقعہ سے متاثر ہو کر جناب سارہ بنت حاران نے آپ سے عقد کر لیا اور نبوت کی تاریخ میں کمالات کو دیکھ کر پیغام عقد دینے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

جناب ابراہیمؑ ابتدائی طور پر بابل میں رہے، پھر وہاں سے کنعان چلے گئے، کنعان میں قحط پڑا تو مصر منتقل ہو گئے۔ وہاں اُس دور کے فرعون کے دربار میں پہونچے تو اس نے جناب سارہ کے حسن و جمال کا احساس کر کے بار بار اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، لیکن ہر مرتبہ ہاتھ خشک ہو گیا۔ اس نے جناب ابراہیمؑ سے وعدہ کیا کہ اگر ان کی دعا سے ہاتھ ٹھیک ہو جائے گا تو آئندہ ایسی جسارت نہیں کرے گا۔ خلیلؑ نے بارگاہِ الٰہی میں التماس کی، دعا قبول ہوئی۔ ہاتھ درست ہوا تو اس نے عظمت و کردار سے متاثر ہو کر اپنی بیٹی ہاجرہ کو آپ کی خدمت کیلئے دے دیا۔ اس کے بعد آپ کا قیام مقام جرون میں رہا اور وہیں انتقال فرمایا جو آج خلیلؑ الرحمٰن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

جناب سارہؑ کے ساتھ ایک مدت تک ازدواجی زندگی گزارنے کے بعد جب جناب ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان سے اولاد کا ظاہری امکان نہیں ہے تو جناب ہاجرہؑ سے عقد کر لیا جس کے بعد جناب اسماعیلؑ ولادت ہوئی اور جب جناب سارہؑ 90 سال کی ہوئیں تو مالک کائنات نے اپنی قدرت کاملہ سے انھیں

بھی صاحبِ اولاد بنادیا اور جناب اسحاق کی ولادت ہوئی۔ جناب ہاجرہؑ کے یہاں ولادت کے بعد فطری طور پر جناب سارہؑ کو کشمکش کا شکار ہونا چاہئے تھا اس لیے جناب ابراہیمؑ نے اشارہ قدرت سے اس صورت حال کا یہ حل نکالا کہ جناب اسماعیلؑ اور جناب ہاجرہؑ کو مکہ میں بنیاد خانہ کعبہ کے قریب ڈال دیا۔

جہاں بے آب وگیاہ ہونے کی بنا پر سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا اور ایک گھونٹ پانی کی تلاش میں جناب ہاجرہ کو سعی کرنا پڑی جس کے نتیجہ میں قدرت نے چشمہ زمزم جاری کردیا، اور اس طرح کرم پروردگار کا بھی مظاہرہ ہوگیا اور نبی خدا کے تحفظ کی راہ میں سعی کی عظمت کا بھی اظہار ہوگیا۔ اُدھر قبیلہ جرہم کے افراد کا اس علاقہ سے گذر ہوا اور انھوں نے چشمہ زمزم کی روانی کو دیکھا تو وہاں پڑاو ڈال دیا اور اس طرح ارض حرم کی آبادی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جناب ابراہیمؑ اپنے گھر والوں سے ملنے کیلئے آئے تو جناب اسماعیلؑ موجود نہ تھے، ان کی زوجہ نے اخلاق و مدارات کا مظاہرہ نہ کیا تو جناب ابراہیمؑ نے طلاق کا اشارہ دے دیا اور اس طرح دوسری شادی قبیلہ جرہم میں ہوئی جس سے اسماعیلؑ کو سکون زندگی نصیب ہوا۔ لیکن اس کے بعد ہی قدرت نے اسماعیلؑ کی قربانی کا حکم دے دیا اور جناب ابراہیمؑ نے پورے حوصلہ کے ساتھ بیٹے کو راہِ خدا میں قربانی کیلئے پیش کردیا۔

اسماعیلؑ نے بھی اپنے کو مرضی مولا کے حوالہ کردیا اس طرح ابراہیم خلیلؑ اللہ قرار پائے اور اسماعیلؑ ذبیح اللہ۔ ایثار اور فدا کاری کا یہ سلسلہ نسل ابراہیمؑ واسماعیلؑ میں جاری رہا۔

یہاں تک کہ جناب عبدمنافؓ پیدا ہوئے جن کا نام عمر العلاء تھا۔ ان کے فرزند جناب ہاشمؑ تھے، اور جناب ہاشمؑ کے ایک فرزند عبدالمطلبؑ تھے اور ایک اسد۔ اسد کے گھر میں جناب فاطمہ بنت اسد کی ولادت ہوئی۔ اور عبدالمطلبؑ کے یہاں متعدد اولاد پیدا ہوئی جن میں سے ایک جناب عبداللہؑ تھے اور ایک جناب ابوطالبؑ۔

عبدالمطلبؑ کی نذر تھی کہ اگر خدا دس فرزند دیدے گا تو ایک کو راہِ خدا میں قربان کردیں گے۔ چنانچہ جب قربانی کا وقت آیا تو قرعہ جناب عبداللہؑ کے نام نکلا۔ عبداللہؑ کے حسن و جمال وکمال کی بنا پر دوبارہ قرعہ ڈالا گیا اور پھر انھیں کا نام نکلا۔ یہاں تک کہ فدیہ طے کیا گیا اور سو اونٹ کی قربانی دے کر جناب عبداللہؑ کو قربانی سے بچالیا گیا اور اس طرح جناب عبداللہؑ بھی ذبیح قرار پائے اور رسول اکرمؐ ابن الذبیحین کے مصداق قرار پائے۔

عبدالمطلبؑ کا نام عامر تھا اور کنیت ابوالحارث۔ لقب شیبۃ الحمد تھا اس لئے کہ سر کے بال سفید تھے اور انتہائی خوب صورت۔ باپ کے انتقال کے بعد ننہیال میں رہے۔ آخر کار مطلب جا کر وہاں سے لے آئے تو لوگوں نے بھتیجا کہنے کے بجائے ان کا غلام کہنا شروع کر دیا اور اس طرح عامر کے بجائے عبدالمطلبؑ قرار پا گئے۔

حضرت رسول اکرمؐ کے ارشاد کے مطابق جناب عبد المطلبؑ پانچ خصوصیات کے حامل تھے: (1) انھوں نے سب سے پہلے باپ کی زوجہ سے عقد کو ممنوع قرار دیا۔ (2) خزانہ پر خمس عائد کیا۔ (3) حاجیوں کی سقایت اور سیرابی کا انتظام شروع کیا۔ (4) ایک انسان کے بدلے سو اونٹ کی دیت مقرر کی۔ (5) طواف کعبہ کے سات چکر معین کیے۔۔۔ اور قدرت نے ان کے اخلاص کی بنا پر ان تمام اقدامات کو جزء مذہب بنا دیا اور انھیں فرزند کی قربانی کے ارادہ کی بنا پر ابراہیمؑ ثانی کے لقب سے نواز دیا۔ سخاوت کی بنیاد پر عبد المطلبؑ مُطعم الطیر کے لقب سے مشہور تھے اور ان کا سب سے بڑا کارنامہ اس حوصلہ اور ہمت کا اظہار ہے جو ابرہۃ الاشرم کے مقابلہ میں پیش کیا، جب وہ ہاتھیوں کا لشکر لے کر خانہ خدا کو منہدم کرنے کیلئے آیا اور سارے مکہ والے آبادی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جناب عبدالمطلبؑ ابرہہ کے پاس گئے اور اس نے احترام کرنے کے بعد سبب پوچھا تو فرمایا کہ تیرے لشکر والوں نے میرے اونٹ پکڑ لئے ہیں۔ میں انھیں واپس لینے آیا ہوں۔ اس نے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تمھیں اونٹوں کی فکر ہے اور اس گھر کی فکر نہیں ہے جسے ڈھانے کیلئے میرا لشکر آیا ہے۔ جناب عبدالمطلبؑ نے فرمایا کہ میں اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے جو عنقریب اسے بچا لے گا۔ ابرہہ اس اشارہ کو نہ سمجھ سکا جو ہر مغرور و متکبر انسان کا عالم ہوتا ہے لیکن رب العالمین نے عبدالمطلبؑ کے بیان کی لاج رکھ لی اور ابابیل کا لشکر بھیج کر ابرہہ کے لشکر کا خاتمہ کرا دیا اور اس طرح چھوٹی طاقت سے سپر پاور کے ہارنے کا قدرتی نظام سامنے آ گیا اور ابرہہ کو باعزت طریقہ سے مرنا بھی نصیب نہ ہوا۔ ابرہہ کی فوج میں ساٹھ ہزار افراد تھے جن میں نو یا تیرہ بڑے بڑے ہاتھی تھے اور سب سے بڑے ہاتھی کا نام ''محمود'' تھا جس سے خانہ کعبہ کے انہدام کا کام لینا تھا جو قدرت کی تدبیر خاص سے ناکامی میں تبدیل ہو گیا۔

یہ عبدالمطلبؑ کا کمال ایمان تھا کہ انھوں نے گھر کی حفاظت میں بتوں کا حوالہ نہیں دیا۔ بلکہ ایک غیبی طاقت کا حوالہ دے کر یہ واضح کر دیا کہ مالک اصلی یہ بُت نہیں ہیں خدا ہے۔۔۔ اور اطمینان کا راز ظاہر پر ایمان نہیں ہے بلکہ ایمان بالغیب ہے۔

حال

جس سال ابرہہ کی تباہی اور خانہ خدا کی حفاظت خاص کا واقعہ پیش آیا، اس سال کو عام الفیل کہا جاتا ہے اور اسی سال رسول اکرمؐ کی ولادت ہوئی۔۔ عام شیعہ روایات کی بنا پر 17 ربیع الاول کو اور عام سنی روایات کی بناء پر 12 ربیع الاول کو۔ مصر کے مشہور عالم فلکیات کی تحقیق کی بنیاد پر بقول مولانا شبلی 9 ربیع الاول کو۔ انگریزی سال کے اعتبار سے مشہور مسلک 29 اگست 570ء ہے اور مولانا شبلی کا مسلک 20 اپریل 571ء ہے مقام ولادت شعب ابی طالب تھا۔ جس مکان کو رسول اکرمؐ نے عقیل کو ہبہ کر دیا تھا اور انھوں نے محمد بن یوسف ثقفی کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا جس کے بعد ہارون رشید نے اسے خرید کر مولد النبی قرار دے دیا۔ بقولے

زمانہ حمل میں جناب آمنہ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ بچہ کا نام 'احمدؐ' رکھا جائے (ابن سعد)۔ اور بروایتے اہل خاندان کے مشورہ سے عبدالمطلب نے 'محمدؐ' طے کیا۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ کام بھی بذریعہ الہام انجام پایا ہے اس لئے کہ جب آل رسولؐ کے اسمائے گرامی قدرت کی طرف سے نازل ہوئے ہیں تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ خود رسول اکرمؐ کا اسم گرامی اہل خاندان کے مشورہ کا ممنون کرم ہو جائے۔

آپؐ شکم مادر میں تھے کہ آپ کے والد بزرگوار جناب عبداللہؑ کا انتقال ہو گیا اور بروایت سیرۃ النبیؐ شبلی بحوالہ طبقات ابن سعد۔ آپ کو اپنے والد محترم کی طرف سے میراث میں ایک ام ایمن کنیز، پانچ اونٹ اور چند دنبیاں ملیں۔ اور اس طرح انبیاءؑ کے یہاں میراث نہ ہونے کا مفروضہ روز اول سے ہی باطل ہو گیا۔

باب المتفرقات

حضرت امام حسن مجتبیٰ ؑ بانی اسلام کی نگاہ میں

تحریر علامہ سید ذیشان حیدر جوادی اعلی اللہ مقامہُ

تاریخ کے جن مسلمات میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے ان میں سے ایک عظمتِ آل محمدؑ کا مسئلہ بھی ہے۔ ان کے منصب اور عہدہ کا اقرار کیا جائے یا نہ کیا جائے، ان کے تعلیمات اور احکام کو تسلیم کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ ان کے فرامین اور ارشادات پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے یہ بہر حال مسلم ہے کہ یہ حضرات ساری امت سے بالاتر درجہ کے مالک تھے اور مالک کائنات نے انھیں غیر معمولی فضائل وکمالات کا حامل بنایا تھا۔ ان کا آغاز طیب وطاہر تھا، ان کا انجام پاک و پاکیزہ تھا۔ ان کے کمالات شہرہ آفاق تھے اور ان کے فضائل ناقابل انکار تھے۔ زمانہ نے انھیں منصب دار مانا ہو یا نہ مانا ہو، ان کے فضائل کا اقرار ضرور کیا ہے اور دشمن نے بھی انھیں قتل کیا ہے تو ان کے مناقب و کمالات کا اعتراف کرنے کے بعد اور قاتلوں نے بھی انعامات کے مطالبہ میں یہ بات زور دے کر کہی ہے کہ کسی معمولی آدمی کو نہیں مارا ہے بلکہ ایک عظیم صاحب کمالات وکرامات کو قتل کیا ہے۔ عظمتِ آل محمدؑ کا انکار درحقیقت ارشاداتِ مرسل اعظمؐ کا انکار ہے'' عظمت آل محمدؐ کا انکار آیاتِ قرآنی، تاریخی حقائق اور عقائدی مسلمات کا انکار ہے۔۔۔ عظمت آل محمدؐ کا انکار روز روشن اور آفتاب نصف النہار کا انکار ہے اور یہ کام شپرہ چشم کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا ہے۔

حضرت امام حسنؑ انھیں آل محمدؐ کی ایک نمایاں فرد ہیں جنھیں تطہیر کی منزل میں، مباہلہ کے میدان میں بازار میں دوش پیغمبرؐ پر مسجد میں پُشت رسولؐ پر، منبر پر آغوش رسالت میں بارہا دیکھا گیا ہے اور جن کی عظمت وجلالت کے اظہار میں سرکارِ رسالتؐ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے اور تاریخ نے دشمن کے بارے میں بھی جو روایت تیار کی ہے اس میں بھی فضیلت امام حسنؑ کا انکار ممکن نہیں ہوسکا ہے۔ سیرت امام حسنؑ کے خاکہ کی مناسبت سے سرکار دو عالمؐ کے ان چند اقوال واعمال کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن سے امام حسنؑ کی عظمت وجلالت کا بھی اندازہ ہوجاتا ہے، اور یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ امام حسنؑ سے دشمنی کرنے والا اور انھیں زہر دینے والا کسی قیمت پر مسلمان نہیں کہا جاسکتا ہے۔ روایات علماء اسلام کی کتابوں میں محفوظ ہیں اور ان کا تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ انسان جس کتاب کو بھی اٹھا کر دیکھ لے گا امام حسنؑ کے فضائل کا ایک دفتر نظر آجائے گا۔ یہاں ابتداء میں صرف ان روایات کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن میں سرکار دو عالمؐ نے امام حسنؑ سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے اور اس کے بعد ان

روایات کا ذکر کیا جائے گا جن میں امام حسنؑ کی محبت کو اپنی محبت کا لازمہ قرار دیا ہے کہ اس کے بغیر پیغمبرؐ کی محبت کا تصور بھی بے معنی اور کھوکھلا ہو کر رہ جاتا ہے۔

(1) امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند ج 4 ص 93 پر معاویہ سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کو حسنؑ کی زبان اور ان کے لبوں کو چوستے دیکھا ہے، اور خدا ایسی زبان یا ایسے لبوں پر ہرگز عذاب نہیں کر سکتا ہے جنھیں رسول اکرمؐ نے چوسا ہو۔

اس حدیث کو محبّ الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ ص 126 میں، علامہ خوارزمی نے مقتل الحسینؑ ص 105 میں، علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 2 میں، علامہ ذہبی ہی نے تاریخ الاسلام ج 2 ص 252 میں، ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ ج 8 ص 36 میں، مُلا علی متقی نے منتخب کنز العمال بحاشیہ مُسند ج 5 ص 103 میں، اور علامہ باکثیر حضرمی نے وسیلۃ المآل ص 168 میں نقل کیا ہے۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ جس شخص نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اس نے خود اس کے مفہوم اور معنی پر کیوں غور نہیں کیا اور خیال کیوں نہیں کیا کہ اگر امام حسنؑ کی عظمت و جلالت یہ ہے تو انھیں زہر دلوانے والے کے عذاب الٰہی سے بچنے کا راستہ کیا ہوگا؟

اور یہ دراصل میرے اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ عظمت امام حسنؑ کا اقرار ان کے قاتلوں نے بھی کیا ہے، اور یہ بات اس قدر واضح تھی کہ کسی سے اس کا انکار ممکن نہیں ہو سکا ہے۔

(2) ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول اکرمؐ اپنی زبان امام حسنؑ کے دہن میں دے دیا کرتے تھے اور بچہ ان کی زبان کو چوسا کرتا تھا۔

اس روایت کو حافظ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حبان اصفہانی نے ''اخلاق النبی وآدابہ'' کے ص 90 پر، ابن کثیر نے النہایۃ ج 1 ص 121 پر، ابن حجر نے صواعق محرقہ ص 136 پر، سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص 73 پر، علامہ محمد طاہر صدیقی ہندی نے مجمع بحار الانوار ج 1 ص 124 پر، علامہ امرتسری نے ارجح المطالب ص 169 پر درج کیا ہے۔ اور اسے ہر اس مسلمان کو تسلیم کرنا ہوگا جو ابوہریرہ کی صداقت پر اعتماد رکھتا ہے اور ان کے بیانات کو اسلامی احکام اور مسائل کے بارے میں سند جانتا ہے۔

(3) ابوہریرہ ہی سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے امام حسنؑ کو دیکھ کر فرمایا کہ میں نے رسول اکرمؐ کو آپ کے شکم مبارک کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے لہذا آپ اپنا پیراہن بلند کریں کہ میں شکم اقدس کو بوسہ دے سکوں اس روایت کو علامہ حاکم نیشاپوری نے مستدرک ج 3 ص 168 پر نقل کیا ہے اور اسے بخاری اور مسلم کے شرائط کی بنیاد پر صحیح بھی قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ طبرانی نے معجم کبیر ص 130، ابوبکر شافعی نے تاریخ بغداد ج 9 ص 95، خوارزمی نے مقتل الحسین ص 100، محبّ الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ ص 126، ابن منظور مصری نے لسان العرب ج 9 ص 354، علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک

ج3 ص168 ، اور سیر اعلام النبلاء ج3 ص172 ، نور الدین ہیثمی نے مجمع الزوائد ج9 ص177 ، علامہ زرندی نے نظم درر السمطین ص200 ، ملا علی متقی نے منتخب کنز العمال ج5 ص103 ، ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ ج8 ص36 ، علامہ کاندھلوی نے حیاۃ الصحابہ ج2 ص439 ، علامہ شعرانی نے کشف الغمہ ج1 ص86 ، علامہ امرتسری نے ارجح المطالب ص269 ، علامہ حضرمی نے وسیلۃ المآل ص168 ، پر نقل کیا ہے اور یہ امام حسنؑ کی جلالت و عظمت اور سرکار دو عالمؐ کی نگاہ میں ان کی محبوبیت کی بہترین دلیل ہے جس کی تمنا بڑے بڑے صحابہ رسولؐ کر رہے تھے۔

(4) عروہ بن زبیر نے اپنے والد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے ایک مرد انصاری کے سامنے اپنے فرزند حسنؑ کے گلے کا بوسہ لیا تو اس شخص انصاری نے کہا کہ میں نے تو آج تک اپنے فرزند کو اس طرح پیار نہیں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ نے تیرے دل سے رحمت سلب کر لی ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ اس روایت کو علامہ حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں صحیح قرار دیتے ہوئے درج کیا ہے
جلد3 ص170 ، اور علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک ج3 ص170 میں بھی درج کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ نے امام حسنؑ سے اظہار محبت کو رحمۃ للعالمین ہونے کا لازمہ قرار دیا ہے اور ایسے عمل پر ناگواری کا اظہار کرنے والے کو بے رحم قرار دیا ہے۔ جو عظمت امام حسنؑ کی بہترین دلیل ہے۔

(5)۔ مقدام بن معدی کرب معاویہ کے یہاں حاضر ہوا تو معاویہ نے خبر وفات حسنؑ مجتبیٰؑ سنائی۔ مقدام نے کہا کہ کیا آپ اسے مصیبت سمجھتے ہیں؟ معاویہ نے جواب دیا کہ کیونکر نہ سمجھوں میں نے یہ منظر دیکھا ہے کہ رسول اکرمؐ انھیں اپنی آغوش میں بٹھا کر فرماتے تھے کہ یہ مجھ سے ہے اور حسینؑ، علیؑ سے ہے۔ اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے مسند ج4 ص132 میں ابن حجر نے صواعق محرقہ ص189 میں، علامہ طبرانی نے معجم کبیر ص133 میں، علامہ سیوطی نے الجامع الصغیر ص19 میں، ملا علی متقی نے کنز العمال ج13 علامہ حضرمی نے وسیلۃ المآل ص165 میں درج کیا ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام حسنؑ اور سرکار دو عالمؐ میں کیا رشتہ اور تعلق تھا اور اس کا اعتراف معاویہ کو بھی تھا، والفضل ما شھدت بہ الاعداء۔

اس مضمون کی اور بھی بے شمار روایات ہیں جن سے سرکار دو عالمؐ کی شدت محبت کا اندازہ ہوتا ہے اور جن کی تفصلات کیلئے ''ملحقات احقاق الحق'' مولفہ آیۃ اللہ المرعشی طاب ثراہ کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد ان روایات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جن میں سرکار دو عالمؐ نے امام حسنؑ کی محبت کو اپنی محبت کا معیار اور لازمہ قرار دیا ہے:

(1) براء راوی ہیں کہ رسول اکرمؐ حسنؑ کو اپنے کاندھے پر بٹھائے ہوئے فرما رہے تھے کہ جسے مجھ سے محبت کرنا ہے وہ اس سے محبت کرے۔ اس روایت کو ابوداوٗد نے اپنی مُسند ص 99 میں، حافظ ابو عبداللہ بخاری نے اپنی صحیح ج 5 ص 26 میں، اور الادب المفرد ص 33 میں، امام مسلم نے اپنی صحیح ج 7 ص 129 میں، علامہ ترمذی نے اپنی صحیح ج 13 ص 198 میں، احمد بن حنبل نے مُسند ج 4 ص 292 میں، طبرانی نے معجم کبیر ص 130 میں، ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء ج 2 ص 35 میں، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج 1 ص 139 میں، علامہ بیہقی نے سنن کبریٰ ج 10 ص 233 میں، علامہ بغوی نے مصابیح السنہ ص 205 میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج 4 ص 202 میں، ابن اثیر نے اسد الغابہ ج 2 ص 13 میں، علامہ گنجی نے کفایۃ الطالب ص 196 میں، قاضی عیاض نے شفاء ج 2 ص 21 میں، شیخ سلیمان قندوزی نے ینابیع المودۃ ص 179 میں، ابن جوزی نے تذکرہ ص 202 میں، ذہبی نے تاریخ الاسلام ج 2 ص 217 میں، حضرمی نے وسیلۃ المآل ص 167 میں، ابن کثیر نے البدایۃ و النہایۃ ج 8 ص 34 میں، عینی نے عمدۃ القاری ج 16 ص 242 میں، سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص 73 میں قسطلانی نے ارشاد الساری ج 6 ص 160 میں، ابن حجر نے صواعق محرقہ ص 135 میں، بدخشی نے مفتاح النجا ص 115 میں، علامہ نبہانی نے الشرف االموبد ص 60 میں، امرتسری نے ارجح المطالب ص 268 میں درج کیا ہے۔

(2) ابوحجیفہ راوی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ میرا یہ فرزند سردار ہے، جو مجھ سے محبت کرے اسے اس سے محبت کرنا چاہئے۔ (ابونعیم اصفہانی کتاب ''اخبار اصبہان'' ج 1 ص 291)

(3)۔ حضرت علیؑ کی روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا، جو مجھ سے محبت کرے اسے اِس (حسنؑ) سے محبت کرنا چاہئے۔ (منتخب کنز العمال حاشیہ مسند 5 ص 102)

(4)۔ ازدشنویہ کا ایک شخص راوی ہے کہ سرکارؐ نے فرمایا کہ جو مجھ سے محبت کرے اسے اس سے محبت کرنا چاہئے۔ (تاریخ کبیر بخاری ج 2 ص 391، مُسند احمد ج 5 ص 366، تاریخ ابن عساکر ج 4 ص 23، مستدرک ج 3 ص 173، اسد الغابہ ج 5 ص 347،

مجمع الزوائد ج 9 ص 176، اصابہ ج 1 ص 328
تاریخ الخلفاء ص 37، کنز العمال ج 16 ص 261،
اسعاف الراغبین ص 197)۔
(5)۔انس بن مالک راوی ہیں کہ سرکارؐ نے فرمایا جو
اسے اذیت دے گا وہ مجھے اذیت دے گا اور جو مجھے
اذیت دینے والا ہے وہ خدا کو اذیت دینے والا ہے
۔(مجمع الزوائد ج 1 ص 284، معجم کبیر طبرانی ص
132، منتخب کنز العمال حاشیہ مُسند ج 5 ص 102،
مفتاح النجاص 115، ارجح المطالب ص 269)۔
ان روایات سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ سرکار دو عالمؐ
کی نگاہ میں امام حسنؑ کی عظمت وجلالت کیا ہے، اور
امام حسنؑ سے محبت نہ کرنے والے اور نھیں اذیت
دینے والے کے بارے میں سرکارؐ کا نظریہ کیا ہے!
رب کریم سے التماس ہے کہ امت اسلامیہ کو توفیق
دے کہ جس کا کلمہ پڑھا ہے اُسی کے ارشادات وافکار
کا اتباع کرے اور اپنے پاس سے محبت اور نفرت کے
میزان ومعیار نہ تیار کرے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

نقشِ زندگانی امام جعفر صادق علیہ السلام

تحریر علامہ سید ذیشان حیدر جوادی اعلی اللہ مقامہُ

ماہ ربیع الاول 83ھ کی 17 تاریخ تھی جب تاریخ عصمت کا دوسرا ''آفتابِ صداقت'' مطلع انسانیت پر ظہور کر رہا تھا جس طرح کہ آج سے تقریباً 135 سال پہلے اسی تاریخ کو سرکار دو عالمؐ کی ولادت با سعادت کے طفیل میں اس کائنات کو پہلے ''آفتابِ صداقت'' کے مطلع انوار بننے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ گویا نگاہِ قدرت میں ماہ ربیع الاول کی 17 تاریخ صداقت کیلئے راس آگئی اور قدرت نے ہر صادق کو بھیجنے کیلئے اسی مبارک تاریخ کا انتخاب کیا اور اس طرح دادا اور پوتے کی تاریخ صداقت بھی متحد ہوگئی اور چوں کہ مسلک آلؑ محمدؐ ذاتی افکار کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ خدائی اخبار کا مجموعہ ہے اور اخبار کا دارومدار مخبر کی صداقت ہی پر ہو کرتا ہے لہٰذا مذہب کی حقانیت کا انحصار مخبر صادق کی صداقت پر قرار پاتا ہے اور اس طرح بہترین مذہب وہ مذہب قرار پائے گا جس کے اصول کا بیان نبی صادقؐ کے ذریعہ ہو اور تشریحات و تفصیلات کے بیان کا کام امام صادقؑ سے متعلق کر دیا جائے۔

آپؑ کے والد کا اسم مبارک امام محمد باقر علیہ السلام تھا اور والدہ گرامی جناب ام فروہ تھیں جو جناب قاسم بن محمد بن ابی بکر کی صاحبزادی تھیں اور جن کے بارے میں خود امام صادقؑ کا بیان ہے کہ ان کا شمار ان افراد میں تھا جو صاحبان ایمان، نیک کردار اور پرہیز گار تھے اور جن سے اللہ نے محبت کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ آپؑ کی تربیت جناب قاسمؒ کی آغوش میں ہوئی جن کو مدینہ کے سات عظیم فقہا میں شمار کیا جاتا تھا اور ان کی پرورش اس محمد کی آغوش میں ہوئی جن کے بارے میں امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا کہ یہ اگرچہ ابوبکر کے صلب سے ہیں لیکن درحقیقت میرے فرزند کہے جانے کے قابل ہیں اور اس علیؑ کی فرزندی کا نتیجہ تھا کہ حاکم شام نے انھیں اتنی سخت سزا دی کہ گدھے کی کھال میں بند کر کے زندہ جلوا دیا۔

جناب ام فروہ کی ذاتی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے بائیں ہاتھ سے حجر اسود کو مَس کیا تو کسی شخص نے اعتراض کر دیا کہ یہ خلافِ سنت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انا لاغنياء من علمك (ہم اس گھر کے افراد ہیں جو تیرے جیسے افراد کے علم سے مستغنی اور بے نیاز ہیں۔)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا اسم گرامی جعفر تھا جس کے معنی نہر کے ہیں اور جو جنت میں ایک وسیع نہر کا نام بھی ہے۔ جس سے قدرت کی طرف سے یہ اشارہ مقصود تھا کہ آپ کے علوم و کمالات سے ایک عالم سیراب ہونے والا ہے اور آپ کے علوم کی وسعتیں جنت کی نہروں جیسی ہیں اور آپ سے واقعی فیض حاصل کرنے والا گویا اہل جنت میں ہے۔

کنّیت ابو عبداللہ تھی اور القاب صابر، فاضل، اور صادق وغیرہ ہیں جن میں صادقؑ کا لقب رسول اکرمؐ نے اس تذکرہ میں عطا فرمایا تھا جس میں اپنے بعد کے وارثوں اور جانشینوں کا تذکرہ فرما رہے تھے اور فرمایا تھا کہ میرے اس وارث کا لقب صادق ہوگا

(جلاء العیون) اور اس کا ایک راز یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اولادِ رسولؐ میں ایک شخصیت جعفر کذاب کی بھی پیدا ہوگی جنھوں نے غلط دعوی امامت کر کے امام زمانہؑ سے مقابلہ کیا اور کذاب قرار پائے۔ اسلئے اس اشتباہ سے بچنے کیلئے آپ کو مسلسل صادقؑ کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ اگرچہ دوسرے جعفر بھی بعد میں تواب قرار پا گئے لیکن عام طور سے ان کا تعارف اُسی لقب سے ہوتا ہے جس سے اُن کے غلط دعویٰ پر روشنی پڑتی ہے چاہے بعد میں گناہ معاف ہی کیوں نہ ہو جائے۔ آپ کے بارے میں آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ شکم اقدس میں برابر ماں سے کلام کیا کرتے تھے اور ولادت کے بعد بھی سب سے پہلے زبان مبارک پر کلمہ شہادتین جاری کیا اور ایک مرتبہ پھر واضح کر دیا کہ امام اسلام لاتا نہیں ہے اسلام لے کر آتا ہے۔

آپ کی انگشتری کا نقش ''الله ولی و عصمتی من خلقه ''الله خالق کل شئی ، انت ثقتی فا عصمنی من الناس ، ماشاء الله لا قو ة الا بالله استغفر الله '' (باختلاف روایات)

آپؑ کی تاریخ ولادت کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ یہ تاریخ سال کے ان چار اہم دنوں میں شامل ہے جس دن روزہ رکھنے کا بے حد ثواب قرار دیا گیا ہے اور جن میں 17 ربیع الاول کے علاوہ 25 ذِی قعدہ، 27 رجب اور 18 ذِی الحجہ روز غدیر خم جیسی اہم تاریخیں بھی شامل ہیں۔

آپؑ کی ولادت عبدالملک بن مروان کے دور حکومت میں ہوئی جس کا سلسلہ تقریباً 86 ھ تک رہا۔ اس کے بعد 86 ھ سے 96 ھ تک ولید بن عبدالملک کا دور رہا۔ ولید کے بعد سلیمان بن عبدالملک چند دنوں کے لئے حاکم بنا۔ پھر تھوڑے عرصہ تک عمر بن عبدالعزیز کی حکومت رہی 100 ھ میں یزید بن عبدالملک برسر اقتدار آیا۔ پانچ سال کے بعد ہشام بن عبد الملک کا دور شروع ہو جو تقریباً 20 سال باقی رہا 125 ھ میں ولید بن عبدالملک نے حکومت سنبھالی اور اس کی فوری خاتمہ پر 126 ھ میں یزید ناقص برسر اقتدار آیا اور چند دنوں کے بعد ابراہیم بن الولید کو حکومت مل گئی اور اس کے بعد مروان الحمار برسر اقتدار آیا جس کے خاتمہ سے بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور ابوالعباس سفاح کی چار سالہ حکومت کے بعد منصور دوانقی کو اقتدار مل گیا اور اس کا سلسلہ 158 ھ تک جاری رہا جس میں 148 ھ میں اس نے امامؑ کو زہر دے کر شہید کرا دیا۔

مقامِ امام حسینؑ ، قیامِ امام حسینؑ ، اور پیغامِ امام حسینؑ

تحریر: الطاف حسین کلکو (ماڑی انڈس)

تاریخ اسلام میں امام حسینؑ کی شخصیت کے تین پہلو بالکل نمایاں اور منفرد نظر آتے ہیں ایک یہ کے جب تک ہمیں مقام حسینؑ کی معرفت نہ ہو اُس وقت تک ہمیں قیام حسینؑ اور پیغام حسینؑ بھی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ حسینؑ ابن علیؑ جس نے آغوشِ رسالت میں آنکھ کھولی ہو اور جسکی تربیت علیؑ جیسے باپ اور فاطمہ زہراؑ جیسی ماں نے کی ہو تو پھر پیغمبرؐ اسلام اپنے نواسے کے مقام و منزلت کے متعلق کیوں نہ کہیں ''حسین ومنی وانا من الحسینؑ'' اور یہ کہ ''حسنؑ اور حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں'' آج کے ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ کسی بھی شخصیت اور اُس کے کردار میں چار عوامل اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

(1) تعلیم (2) تربیت (3) ماحول (4) خاندان

حسینؑ ابن علیؑ کو یہ چاروں چیزیں اپنے گھر سے ملیں۔ بچپن سے جوانی اور پھر شہادت کا دور، اُنکی آنکھوں کے سامنے ایک طرف نانا کا اسوہ حسنہ تھا جو بانی اسلام تھے، دوسری طرف اپنے والد جو مجاہد و محافظِ اسلام تھے اور تیسری طرف ماں جو طبقہ خواتین کیلئے تعلیمات پیغمبرؐ کی عملی ترجمان بننے کیلئے پیدا ہوئی تھیں

مزرع تسلیم را حاصل بتولؑ　　مادراں را اسوہ کامل بتولؑ

بقولِ اقبالؒ

امام حسینؑ نے وہ ماحول دیکھا کہ گھر میں رات دن ذکرِ الٰہی کی آوازیں، تکبیر کی صدائیں، وحی کی آیتیں، اسلام کو ترقی دینے کے مشورے، غریبوں کی خبر گیری، کمزوروں کی دستگیری اور مظلوموں کی دادرسی، بس ہر وقت یہی ذکر یہی فکر۔ حسینؑ ابن علیؑ کے مقام و منزلت کو دیکھنا ہے تو پھر 10ھ میں نجران (یمن) کے عیسائیوں کے ساتھ روحانی مقابلہ جس کا نام مباہلہ ہے یعنی دونوں فریق اللہ سے دُعا کریں کہ جھوٹے پر عذاب نازل ہو۔ اس موقع پر رسولؐ پاک اسطرح تشریف لے گئے کہ ہاتھ میں علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ہاتھ تھا، حسنؑ و حسینؑ آگے آگے تھے اور فاطمہؑ زہراؑ پیچھے آ رہی تھیں، نجران والے یہ نورانی منظر دیکھ کر مرعوب ہوئے اور خراج دینے پر آمادہ ہوئے۔

پیغمبرؐ اسلام ابھی سے اپنے پیارے نواسے حسینؑ کے مقام و منزلت موجودہ اور آنے والے زمانے لوگوں کی دیکھا رہے تھے، گویا ابھی سے خاندان رسالت کی اِن ہستیوں پر ذمہ داری کا بار ڈالا جا رہا تھا کہ ضرورت کے وقت حفاظت اسلام کی ان ہی سے امید ہے۔ حسینؑ کو کشتی نوحؑ سے بھی تشبیہ دی گئی کہ جو حسینؑ کے مقام و منزلت کو پہچان کر اس میں سوار ہو گیا وہ کامیاب ہو گیا اور جو کنارے پر بیٹھ کر صرف کشتی کا نظارہ دیکھتا رہ گیا وہ نامراد رہ گیا۔

اگر ہمیں حسینؑ ابن علیؑ سے پیار ہے تو حسینؑ کے نظریہ حیات سے بھی پیار کرنا ہوگا اور اپنی زندگیوں کو اس نظریہ کے مطابق ڈھالنا ہوگا، جس نظریہ حیات کا عملی مظاہرہ حسینؑ ابن علیؑ نے کربلا میں دکھایا کہ نہ صرف ظالمانہ نظام کے خلاف بلکہ ظالمانہ نظام کے حامی ومددگار ظالم حکمران یا آج کل کی اصطلاح میں سیکولر حکمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر، باطل سے ٹکرا کر اور اپنے مقام ومنزلت کا سہرا سجا کر، اسلامی نظام حیات کا دفاع کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

قیامِ امام حسینؑ

جب بھی کوئی ذی عقل، ذی شعور کوئی کام کرتا ہے اُس کا ہدف ومقصد ہوتا ہے اور اس ہدف ومقصد کو حاصل کرنے کیلئے زندگی لائحہ عمل تشکیل دیتا ہے۔ امام حسینؑ کا یزید لعین کے خلاف قیام بھی ایک اعلیٰ ہدف کا حامل تھا جو انہوں نے اپنے قیام کے دوران مختلف مواقع پر بیان کیا، وہ مشہور ومعروف جملے تاریخ نے قلمبند کئے ہیں جس میں حسینؑ فرماتے ہیں کہ ''میں اپنے جد امجد کی اُمت کی اصلاح کیلئے نکلا ہوں میرا مقصد امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے'' امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ضرورت واہمیت کے پیشِ نظر امام حسینؑ کو خوبصورت جملہ ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر درحقیقت ایک پاکیزہ دعوتِ اسلام ہے بشرطیکہ مظالم کے دور کرنے اور ظالم و ستمگر لوگوں کے خلاف قیام کی صورت میں ہو''

امامؑ نے جب یہ دیکھا کے یزید جیسا فاسق وفاجر انسان مسلمانوں کا حکمران بنا دیا گیا اور ایک اسلامی فرمانروا کی حیثیت سے اس نے جبراً لوگوں سے بیعت شروع کی تو امام حسینؑ نے فرمایا '' مجھ جیسا شخص یزید جیسے شخص کی بیعت نہیں کرسکتا'' اور یزید پر واضح کردیا کہ تو اس مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا اور واضح کردیا کہ میرے نانا محمد مصطفیٰؐ نے مکہ کے کفار ومشرکین سے کہا تھا کہ ''اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج بھی رکھ دیں تو میں اپنے موقف سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔'' بعینہ امام حسینؑ اپنے اصولی موقف پر آخر تک ڈٹے رہے قیامِ امام حسینؑ کی مختلف توجیہہ وتفاسیر کی گئی تھیں۔

بہت سے علماء اپنی تحریروں وتقریروں میں فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیلئے نکلے تھے لیکن امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی عملی شکل کیا ہوئی۔

کیا امامؑ کوفہ یا مکہ جا کر لوگوں کو نماز، روزہ اور عبادات بجالانے سے متعلق امر بالمعروف کرتے یا نہ لوگ جو کہ شراب نوشی وجواء میں مبتلا ہو چکے تھے ان سے منع کرنے کیلئے نکلے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو یزید کبھی بھی امامؑ کیلئے روکاوٹیں اور بیعت کا مطالبہ نہ کرتا۔ جیسا کہ آج کے حکمران بھی یہی چاہتے ہیں کہ علماء کرام اپنی اپنی عبادت گاہوں میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہیں ہمیں اس سے کیا غرض ،صرف ہماری سیاست اور حکمرانی کو چیلنج نہ کریں یا تبلیغی جماعت کی طرح لوگوں کو نماز، روزہ وغیرہ کی تلقین کریں تو کرتے رہیں ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ آج استعماری طاقتیں بھی چاہتی ہیں کہ مسلمان صرف اپنی عبادت گاہوں تک محدود رہیں بلکہ وہ ہمیں مسجدیں بھی بنا کر دیتے ہیں بغیر ترجمہ کے قرآن بھی مفت تقسیم کرتے ہیں لیکن وہ چاہتے ہیں کہ اُن کے سسٹم کو چیلنج نہ کریں جیسا سسٹم چل رہا ہے اُسے نہ چھیڑیں۔ لہٰذا مذکورہ بالا نظریہ کے تحت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اطمینان بخش جواب

نہیں ملتا۔ کچھ اور حضرات کا نظریہ یہ ہے کہ امام حسینؑ فقط شہادت کے طلبگار تھے اور شہادت ہی ان کا ہدف و مقصد تھا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر شہادت ہی مطلوب و مقصود تھا تو کئی مواقع خود پیغمبر اسلام کو شہادت کے نصیب ہوئے اسی طرح حضرت امام علیؑ اور حضرت حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو مدینہ کے اندر شہادت نصیب ہو سکتی تھی ،جیسا کہ ولید کے دربار میں امامؑ جاتے ہیں لیکن جوانان بنی ہاشم کو ساتھ لے جاتے ہیں اور انھیں ہدایت و تاکید کرتے ہیں کہ اگر میری آواز بلند ہو تو فوراً اندر آ جاتا۔۔اسی طرح مکہ کے اندر امام حسینؑ کو شہادت نصیب ہو سکتی تھی لیکن یہاں بھی امام حسینؑ روانہ ہو جاتے ہیں۔

اگر اس کا جواب یہ ہو کہ امام حسینؑ کعبہ کی حرمت کا پامال کرنا نہیں چاہتے تھے تو اعتراض امام حسینؑ پر نہ آتا بلکہ صرف یزید پر آتا کہ اُس نے کعبہ کی حرمت پامال کی۔

بعض دوسرے لوگوں کے نزدیک امامؑ کی شہادت گناہوں کا کفارہ ہے جیسا کہ عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کا مصلوب ہونا اُن کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ یہ توجیہہ پیش کر کے گویا تمام لوگوں کو گناہ کی کھلی چھٹی دینا ہے۔

آیت اللہ علی خامنائی مدظلہ العالی اور مرتضی مطہری شہید اعلی اللہ مقامہُ کا نظریہ قیام امام حسینؑ عقل و نقل کے لحاظ سے درست و صحیح نظر آتا ہے اور حقیقت پر مبنی ہے کہ امام حسینؑ لوگوں کے شعور اور دینی حس کو بیدار کرنے کیلئے نیز امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو عملی شکل دینے کیلئے اُٹھے اور اس راستے میں اگر لوگ امامؑ کا ساتھ دیتے تو یقیناً ایک انقلاب برپا ہو سکتا تھا لہٰذا اس راستے میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے یا پھر شہادت نصیب ہو جاتی اور یہی ہوا کہ لوگوں نے ساتھ نہ دیا اور (72) جانثاروں کے ساتھ جام شہادت کے اعلیٰ مرتبے کو حاصل کر لیا یہی وجہ ہے کے آج کی اسلامی تحریکیں بھی اپنا رشتہ امام حسینؑ کی اُٹھائی ہوئی تحریک سے جوڑتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ کہ ہم نے قیام امام حسینؑ کو کتنا سمجھا اور اس پر کس حد تک عمل پیرا ہیں۔

امام حسینؑ سے عقیدت کا دم بھرنے اور چاہنے والوں نے بھی اس قیام کو صرف رونے پیٹنے تک محدود کر دیا ہے لیکن شاید انھیں بقول شاعر معلوم نہیں کہ

سرِ یزید اُتارے بغیر یارو
فقط حسینؑ پہ رونے سے کچھ نہ ہوگا

جبکہ کربلا والوں کا پیغام یہ ہے کہ ہمارے ساتھ قدم بڑھاؤ، ہماری آواز پر لبیک کہتے ہوئے ،اقدار کربلا کو زندہ رکھتے ہوئے ،سیکولر نظامِ حکومت کو رد کرتے ہوئے اللہ کے دین اور اس کے نفاذ کیلئے ایک ہو جاؤ فرقہ واریت سے جان چھڑا کر وحدت کے علمبردار بنو۔قرآن کو سینے سے لگاؤ، اسوہ رسولؐ کو اپناؤ صالح قیادت کیلئے صالح لوگوں کا ساتھ دیتے ہوئے اللہ کے قوانین کے نفاذ کیلئے کمر بستہ ہو جاؤ۔ ورنہ تم نظریاتی لحاظ سے تو حسینیؑ نظر آؤ گے لیکن عملی طور پر یزیدی نظر آؤ گے اور تمہارا حسینؑ سے کوئی تعلق نہ ہو گا یہی امامؑ کا پیغام ہے اور یہی مسافرہ شام جناب زینبؑ کا پیغام ''میرا راستہ خون کا راستہ ہے اور میری بہن زینبؑ کا راستہ پیغام کا راستہ ہے، اس کے علاوہ کوئی تیسرا راستہ نہیں'' امامؑ کے نام لیواؤں سے سوال ہے کہ کیا آپ نے امامؑ کے قیام اور پیغام کو شعوری طور پر سمجھا ہے؟ اگر مجھا ہے پھر عملاً آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ میدان

عمل میں آ کر اسلامی تحریک جو کہ قیام امام حسینؑ سے اتصال وارتباط رکھتی ہے کا ساتھ دیں اور ملک پاکستان نے اندر اسلامی نظریہ حیات اور شریعت کے قوانین کے نفاذ کیلئے اپنی صلاحیتوں، قابلیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے باطل اور سیکولر نظام کے خاتمے کیلئے جدوجہد کریں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ لا اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

''جو لوگ ایمان لائے جنھوں نے حق کی خاطر گھر بار چھوڑا اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے لڑے ان کا درجہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے اور یہی لوگ حقیقت میں کامیاب ہیں۔ (سورہ توبہ)'' اقامت دین اور حکومت الٰہیہ کیلئے جدوجہد ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے جس نے شعوری طور پر اسلام و ایمان کو سمجھا ہو۔ ورنہ باطل نظام کا ساتھ دینے والے تو بہت ہیں جبکہ حق کا ساتھ دینے والے بہت کم ہیں ۔حق کا ساتھ دینے والے ہمیشہ بامراد رہے جبکہ باطل کا ساتھ دینے والے نامراد اور خسارے میں رہنے والے ہوتے ہیں۔

امام حسینؑ جو حق کے علمبردار تھے، صرف بہتر (72) ساتھیوں کیساتھ قرآن پاک کی آیت کریمہ '' یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۝ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ '' کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔ جبکہ یزید اور یزیدی طاقت کے ہمنوا ذلت و نفرت کا استعارہ بن جاتے ہیں، جبکہ امام حسینؑ کو خراج عقیدت پیش کرنے والوں نے کہا۔

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

عاشورہ محرم سے سبق آموزی میں آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ فرماتے ہیں ''ہم ہر سال عاشورہ محرم مناتے ہیں اور ہمارا یہ عمل عادت میں بدل گیا ہے، یہ ایک ایسی رسم ہے جس کا تسلسل اہلبیتؑ سے ہماری محبت میں اضافہ کرتا ہے کہیں یہ رسم ایک جامد رسم بن کر نہ رہ جائے، ایک ایسی رسم میں نہ بدل جائے جو اپنا مفہوم کھو بیٹھتی ہے اور تاریخ کو دھرانے کی حد تک محدود ہو کے رہ جاتی ہے۔ ایک ایسے تفکر میں نہ بدل جائے جو ہمیں ماضی میں غرق اور اپنے پیچیدہ اور مشکلات سے بھرپور حال سے غافل کر دے۔ ''
ہمیں عاشورہ سے سبق حاصل کرنے چاہیں تاکہ ان کی مدد سے اپنے تجربات میں اضافہ کر سکیں اور مشکلات اور پیچیدگیوں سے بھرے ہوئے موجودہ حالات کا ہوشیاری اور ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کر سکیں۔

مقتل کی سرزمین پہ بناتے رہے حسینؑ
اسلام کی حیات کا نقشہ تمام رات

ڈی۔ایم ڈیجیٹل ٹی وی برطانیہ اورڈی۔ایم ڈیجیٹل گلوبل پاکستان چینل پر ہر اتوار
12.00 pm برطانیہ کے وقت کے مطابق اور پاکستانی 9.00 am سے 10.00 am بجے صبح
پروگرام تفہیم اسلام نشر ہوتا ہے۔ جس میں

حضرت آیت اللہ الشیخ علامہ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی

خطاب فرماتے ہیں۔ مومنین کرام باقاعدگی سے یہ پروگرام سماعت فرمائیں۔

سند سفارت

حیدر عباس ولد متاع حسین (مرحوم) کو رسالہ ماہنامہ دقائق اسلام اور جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ زاہد کالونی سرگودھا کا سفیر مقرر کیا گیا ہے حیدر عباس موصوف ماہنامہ دقائق اسلام کے بقایا جات وصول کرے گا اور جامعہ علمیہ سلطان المدارس کے لیے مومنین سے صدقات وواجبات وصول کرے گا نیز ماہنامہ دقائق اسلام کیلئے نئے خریدار بنائے گا مومنین سے تعاون کی اپیل کی جاتی ہے

کسی بھی قسم کی رقم کی ادائیگی پر رسید ضرور حاصل کریں

منجانب: آیت اللہ الشیخ علامہ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی

موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا 0306-7872363

آپ ہمیں اپنے سوالات مندرجہ ذیل ای میل پر بھیج سکتے ہیں۔ sultanulmadarisislamia@gmail.com

اپنے پروانوں کو پھر ذوق خود افروزی دے
برق دیرینہ کو فرمان جگر سوزی دے

تحریر: ملک الطاف حسین ڈھولر تلہ گنگ ضلع چکوال

خوف خدا سے متصل درد دل رکھنے والے کسی مولانا صاحب کا پر فکر ارشاد پیش نظر ہے فرماتے ہیں کہ کتنی افسوس ناک اور حیران کن بات ہے کہ مسلمانوں سے کہنا پڑ رہا ہے کہ نماز (ادا) پڑھا کریں ہمارے لئے کوئی کم افسوس ناک بلکہ شرمناک خبر نہیں کہ ملت تشیع سے فریاد کرنا پڑ رہی ہے کہ عزاداری سید الشہدؑا کا ماحول و مزاج بے حال اور اس کا شان وافتخار روبہ زوال ہے لہٰذا پامالی سے بچانے کیلئے اس کی اصلاح اور بحالی پر توجہ فرمائیں۔ جس وقت عزاداری کے ناگفتہ نہ حالات اور نا قابل دید تغیرات پر بات ہوتی ہے۔ تو دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ دین اسلام کے گلشن کو اجاڑ اور لتاڑا جا رہا ہے وہ بھی ان کے ہاتھوں جن پر دین سے وفا اور شریعت سے حیا کرنا واجب تھا کیونکہ اُنہیں اسلام نے عزت وحشمت اور عظمت ورفعت سے نواز کر زمانے میں سرفراز، ممتاز کیا تھا لہٰذا اُنہیں چاہیے تھا کہ محسن کشی اور احسان فراموشی کی بجائے محسن پروری اور احسان مندی کی روش اپناتے۔ رائی برابر مغالطہ نہیں کہ اکثر مروجہ عزاداری کی مجالس ومحافل میں دین اسلام کے رُخ انور کو مسخ کر دینے کے پروگرام اور اس کے قد وقامت کو بونا بنا دینے کے اہتمام کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا اس حقیقت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کر دیا جائے تو حقیقت سے زیادہ قریب ہو گا کہ بعض مجالس کو انعقاد ہی اس غرض سے کیا جاتا ہے کہ دین کو دین ہی نہ رہنے دیا جائے جس دین کو اللہ نے بنایا محمدؐ نے پہنچایا اور کربلا میں حسینؑ ابن علیؑ نے بچایا ہے۔ یہ بھی ایک المیہ ہے کہ جب عزاداری کی اصلاح کی بات ہوتی ہے تو کچھ بے ہودہ الزامات اور چند بے مقصد جوابات سننے کو ملتے ہیں۔ ایک الزام یہ دیا جاتا ہے کہ عزاداری کی اصلاح کا واویلا کرنے والے عزاداری کے ازلی دشمن ہیں جو اصلاح کے بہانے عزاداری کو ختم یا اس کے دائرہ کار کو محدود کرنے کے درپے ہیں۔ دوسرا جواب جو اکثر سننے کو ملتا ہے کہ اچھی بھلی عزاداری ہو رہی ہے خدا جانے اصلاح کو رونا رونے والے اور کیا چاہتے ہیں؟

تیسری بات کہ جے سن کر کمزور ترین ایمان رکھنے والے کا بھی کلیجہ کانپ جاتا ہے اور یزید وشمر کی خبیث روحیں خوشی سے پھولے نہ سماتی ہوں گی کہ غم شبیرؑ (عزاداری) میں سب کچھ جو کچھ ہو رہا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے جائز وحلال ہے صحیح وغلط کی گدائیں اور تاریخی داستانیں مولویوں نے خود سے بنا رکھی ہیں ایسی باتیں کر کے وہ محراب ومنبر پر قبضہ کرنے کا

خواب دیکھ رہے ہیں۔اس نوعیت کے الزامات اور جوابات سننے کے بعد جب قرآن مجید کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو ساری کی ساری کہانی قرآن پاک کی زبانی با آسانی سمجھ جاتے ہیں کہ جب انبیاءؑ و مرسلینؑ اپنی قوموں کو درس توحید سناتے اور ہدایت کی طرف بلاتے تو ان کے جوابات اور الزامات بھی اسی طرح کے ہوتے تھے کہ تم ایسی باتیں کر کے اپنے آبائی دین سے ہٹا کر گمراہ اور دین میں تفرقہ ڈال کر ہمیں کمزور اور منتشر کرنا چاہتے ہو جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم خود گمراہ سحر زدہ اور احمق بھی ہو تمہاری باتیں ہماری سمجھ میں آنے والی نہیں! تھوڑی بہت تبدیلی لیکن وافر اضافے کے ساتھ کفار و مشرکین کی ساری انحرافی باتیں، غلیظ عادتیں اور بدتمیز شرارتیں سننے اور دیکھنے کو مل رہی ہیں۔حضرت موسیٰؑ صرف چالیس راتوں کیلئے کوہ طور پر گئے اس مختصر عرصہ میں سامری نے دھاتی بچھڑے کو بطور رب متعارف کروا کر قوم کی اکثریت کو گمراہ کر کے مشرک بنا دیا۔وصی موسیٰؑ نے منع کرنے کے باوجود قوم نے مشکل کشا اور حاجت روا مان کر اسکی پوجا شروع کر دی جناب موسیٰؑ غیض و غضب کی حالت میں واپس آئے لوحیں زمین پر پھینک دیں اور اپنے نائب سے سخت لہجے میں باز پرس کی۔حضرت ہارونؑ نے بتایا کہ میں منع کرتا رہا لیکن قوم باز نہ آئی قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے! حضرت موسیٰؑ کی قوم میں ایک سامری پیدا ہوا یہاں چپے چپے پر خود رو جڑی بوٹیوں کی مثل سامری اُگ رہے ہیں جو مختلف قسم کے گوسالے بنا کر شیعہ قوم کو گمراہ کر کے مشرک بنا رہے ہیں ہر علاقے میں ایک گوسالہ مرکز عبادت بن چکا ہے جس کے سامنے لوگ سجدہ ریزی کرنے نظر آتے ہیں۔جب انبیاءؑ کے نائبین علماء حق ان گوسالوں کی پوجا پاٹ اور چوم چاٹ سے منع کرتے ہیں تو پجاریوں کا رد عمل بنی اسرائیل کے گوسالہ پرستوں سے ذرہ بھر بھی مختلف نہیں ہوتا اور علماء حق کو قتل کرنے پر آمادہ و ایستادہ ہو جاتے ہیں۔اطلاعاً عرض ہے کہ بنی اسرائیل اپنی خوبیوں اور خامیوں کی بناء پر تین حصوں میں بٹ گئی تھی ایک طبقہ رذیل تھا جو بدعات و خرافات کو موجد اور حدود خداوندی کو توڑنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔دوسرا طبقہ جو اپنے قدم جما اور سینہ تان کر اس طبقہ رذیل کو اسکی برائیوں اور کوتائیوں سے روکنا اور ٹوکنا اس کا وطیرہ تھا۔تیسرا پرہیزی اور کنارہ کش طبقہ جو خود تو کفر و شرک سے پاک اور خرافات و بدعات سے دور

تھا۔لیکن خلاف ورزیاں اور من مرضیاں کرنے والوں سے بھی آنکھیں بند اور زبانیں بند رکھتا ساتھ ہی اصلاح کرنے والوں سے کہتا کہ تم ان کی اصلاح کوں کرتے ہو جن کو خدا ہلاک کرنے والا ہے۔

اب اگر ہم نیم وا آنکھوں سے بھی دیکھیں تو ملت تشیع ان ہی تین درجوں میں تقسیم نظر آتی ہے۔(ایک بے ہوش، دوسرا باہوش، تیسرا خاموش)

ایک گوسالہ پرست طبقہ جو سامریوں کے دام فریب کا شکار ہو کر شرک کی پرخار گھاٹیوں میں بھٹک رہا ہے۔ قرآن واہلبیتؑ سے اتنا دور ہو گیا ہے کہ ہدایت کی خوشبو اور حق کی جستجو سے گراں گزرتی ہے تب ہی تو گمراہی کی دھول اور ذلت کے گرد وغبار کو پروردگار بنائے بیٹھا ہے۔

دوسرا امیدان تبلیغات کو شاہسوار اور کاروان اصلاحات کا سید وسردار طبقہ جو اپنی سواریوں (ایمانی و علمی صلاحیتوں) کو وقت کی رفتار کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر مصروف سفر رہنے اور منزل مقصود تک پہنچے سے پہلے ایک لمحے کیلئے بھی رو کنے اور نہ ستانے کا حکم دے کر الٰہی توفیقات اور خدائی نعمات کا عملی شکر ادا کر رہا ہے۔

تیسرا وہی جاہ طلب خود پسند اور پرسکون مصلحت پسند نامقدس خانقاہی طبقہ جو اپنی خشک پارسائی پر نازاں، گوسالہ پرستوں اور سامریوں کو کچھ کہنے سے گریزاں ہے معروف کا حکم اور منکر سے نہی کرنے والوں کو اپنی محفوظ خانقاہوں (چراگاہوں) میں تکیہ لگائے مشورہ دے رہا ہے کہ بت سازوں، بت فروشوں اور بت پرستوں کی اکھڑی نبضوں پر ہاتھ ہولا رکھیں ہماری ناقص رائے میں وہ یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ نیکیوں کو حکم دینا اور برائیوں سے روکنا،لغویات سے منع کرنا اور دروغ گوئی پر ٹوکنا اور گمراہ بدعتوں کی بے لگامی کو لگام دینا مال وجان اور شہرت وشان کیلئے سودمند نہیں لہٰذا ہمارے مصلحتی مزاج کی سر سے سر، گر سے گر، ساز سے ساز، اور آواز سے آواز ملا کر صدیوں کے معاملات، گوسالوں کے حالات اور ہمارے حیالات میں دخل اندازی سے اجتناب فرمائیں اپنے معیار اور وقار کی خیر منائیں۔

باقی آئندہ

اخبارِ غم

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَہِیْدًا، مَغْفُوْرًا، تَآئِبًا

مولانا حق نواز صاحب آف جھنگ رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں مرحوم راسخ العقیدہ مومن تھے اور علمائے حقہ کے حامی تھے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے	1
جناب یاسر واھلہ آف سرگودھا کے والد رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطاء فرمائے	2
جناب ڈاکٹر افتخار حسین اعوان کے برادر بزرگ اور ملک عمار رضا اعوان کے چچا ملک محمد جاوید اعوان لیہ میں انتقال کر گئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کی بخشش فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطاء فرمائے۔	3
جناب ڈاکٹر ناطق حسین الحسینی کے والد ماسٹر ملک اختر حسین آف ضلع سرگودھا رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان و لواحقین کو صبر کی توفیق عطاء فرمائے۔	4
سید اکبر علی شاہ آف موضع ساہووالا سیالکوٹ رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجرِ جزیل عطاء فرمائے	5
صحافی ادیب اور شاعر سید امتیاز حسین شاہ آف چک 36 ضلع سرگودھا کی پھوپھی رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماند گان کو صبر و اجر سے نوازے	6
آہ مولانا سید حسین عارف نقوی کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد اللہ کو پیارے ہو گئے مرحوم نہایت فاضل اور عالمِ باعمل شخصیت کے مالک تھے اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور شیعہ قوم کو اور ان کے لواحقین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ عطاء فرمائے۔	7

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اہلِ ایمان کیلئے عظیم خوش خبری

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت آیت اللہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی کی شہرہ آفاق تصانیف بہترین طباعت کے ساتھ منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

1 فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن کی مکمل دس جلدیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی

6 تحقیقات الفریقین اور

7 اصلاح الرسوم کے نئے ایڈیشن قوم کے سامنے آگئے ہیں۔

8 قرآن مجید مترجم اردو مع خلاصہ التفسیر منصۂ شہود پر آگیا ہے۔ جس کا ترجمہ اور تفسیر فیضان الرحمٰن کا روح رواں اور حاشیہ تفسیر کی دس جلدوں کا جامع خلاصہ ہے جو قرآن فہمی کیلئے بے حد مفید ہے اور بہت سی تفسیروں سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔

9 وسائل شیعہ کا ترجمہ سولہویں جلد بہت جلد بڑی آب و تاب کے ساتھ قوم کے مشتاق ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔

10 اسلامی نماز کا نیا ایڈیشن بڑی شان و شکوہ کے ساتھ منظر عام پر آگیا ہے۔

منجانب :: منیجر مکتبة السبطین

296/9 بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

جامع تفسیر ہے

جسے بڑے مباہات کے ساتھ برادران اسلامی کی تفاسیر کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ مکمل سیٹ کا ہدیہ صرف دو ہزار روپے (2000 Rs.)

2 زاد العباد لیوم المعاد اعمال و عبادات اور چہاردہ معصومینؑ کے زیارات، سر سے لے کر پاؤں تک جملہ بدنی بیماریوں کے روحانی علاج پر مشتمل مستند کتاب منصۂ شہود پر آگئی ہے۔

3 اعتقادات امامیہ ترجمہ رسالہ لیلیہ سرکار علامہ مجلسی جو کہ دو بابوں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں نہایت اختصار و ایجاز کے ساتھ تمام اسلامی عقائد و اصول کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں مہد سے لے کر لحد تک زندگی کے کام انفرادی اور اجتماعی اعمال و عبادات کا تذکرہ ہے۔ تیسری بار بڑی جاذب نظر اشاعت کے ساتھ مزین ہو کر منظر عام پر آگئی ہے۔ ہدیہ صرف تیس روپے (30 Rs)

4 اثبات امامت آئمہ اثنا عشر کی امامت و خلافت کے اثبات پر عقلی و نقلی نصوص پر مشتمل بے مثال کتاب کا پانچواں ایڈیشن

5 اصول الشریعۃ کا نیا پانچواں ایڈیشن اشاعت کے ساتھ مارکیٹ میں آگیا ہے۔ ہدیہ ڈیڑھ سو روپے (Rs150)

اعلان داخلہ

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ زاہد کالونی
عقب جوہر کالونی سرگودھا میں

نئے سال کا داخلہ شروع ہے

علوم دینیہ کے خواہشمند طلباء داخلہ لینے کے لئے
درج ذیل پتے پر رابطہ فرمائیں

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ
زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا

موبائل نمبر: 0301-6702646

نوٹ:

حضرت آیت اللہ
علامہ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی
عنقریب
جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا
منتقل ہورہے ہیں
اور شاء اللہ تدریسی فرائض سرانجام دیں گے
علوم اسلامیہ کے شائقین داخلہ کیلئے
رابطہ فرمائیں